21

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلسل اشاعت کا 35واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

23 تا 29 ذوالحجہ 1447ھ / 9 تا 15 جون 2026ء

معروف و منکر

'شریعت' ہمارے لیے اُنہی چیزوں کو بھلائی قرار دیتی ہے، جو اللہ کی بنائی ہوئی فطرت کے مطابق ہیں اور اُنہی چیزوں کو برائی قرار دیتی ہے جو اس فطرت سے موافقت نہیں رکھتیں۔ وہ بھلائیوں اور برائیوں کی محض ایک فہرست ہی بنا کر ہمارے حوالے کر دینے پر اکتفا نہیں کرتی بلکہ زندگی کی پوری اسکیم ایسے نقشے پر بناتی ہے کہ اس کی بنیادیں معروف (بھلائیوں) پر قائم ہوں اور معروفات اس پر پروان چڑھ سکیں۔ اور منکرات کو اس کی تعمیر میں شامل ہونے سے روکا جائے اور نظامِ زندگی میں ان کے در آنے اور ان کا زہر پھیلنے کے مواقع باقی نہ رہنے دیئے جائیں۔ اس غرض کے لیے وہ معروفات کے ساتھ ان اسباب اور ذرائع کو بھی اپنی اسکیم میں شامل کرتی ہے جن سے وہ قائم ہو سکتے اور پروان چڑھ سکتے ہیں اور ان موانع کو ہٹانے کا انتظام بھی تجویز کرتی ہے جو معروفات کے قیام اور نشوونما میں کسی طور پر سدِراہ ہو سکتے ہیں۔ اس طرح اصل معروفات کے ساتھ ان کے قیام و ترقی کے وسائل بھی معروف شمار ہو جاتے ہیں، اور ان کے موانع منکرات کی فہرست میں شامل کر دیئے جاتے ہیں۔ یہی معاملہ منکرات کے ساتھ بھی ہے۔ اصل منکرات کے ساتھ وہ چیزیں بھی منکر قرار پاتی ہیں جو کسی منکر کے وقوع یا ظہور یا نشوونما کا ذریعہ ہیں۔ معاشرے کے پورے نظام کو شریعت اس طرز پر ڈھالتی ہے کہ ایک ایک معروف اپنی حقیقی صورت میں قائم ہو۔ زندگی کے تمام متعلقہ شعبوں میں اس کا ظہور ہو۔ ہر طرف سے اس کو پروان چڑھنے اور قائم ہونے میں مدد ملے اور ہر وہ رکاوٹ دور کی جائے جو کسی طرح سے اس کی راہ میں حائل ہو سکتی ہو۔ اسی طرح ایک ایک منکر کو چن چن کر زندگی سے نکالا جائے۔ اس کی پیدائش اور نشوونما کے اسباب روکے جائیں۔ جدھر جدھر وہ زندگی میں گھس سکتا ہے، اس کا راستہ بند کیا جائے۔ اور اگر وہ سر اٹھا ہی لے تو پھر سختی کے ساتھ اسے دبا دیا جائے۔

اسلامی نظریہ حیات
پروفیسر خورشید احمد

مسجدِ اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!

اس شمارے میں

کیا مشرقِ وسطیٰ کسی فیصلہ کن موڑ پر کھڑا ہے؟

صراطِ مستقیم کی ہدایت

نقیب، اُسرہ اور اجتماعِ اسرہ

امتِ محمدیؐ کا مشن، منصب اور تقاضے

سیاسی تنہائی سے نجات کا واحد راستہ: بحالیٔ اُمت

اخبارِ اسلام

الھدیٰ — ڈاکٹر اسرار احمدؒ — 1185

شرک ظُلمِ عظیم ہے!

سُوْرَۃُ لُقْمٰن | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیت:13

وَ اِذۡ قَالَ لُقۡمٰنُ لِابۡنِہٖ وَ ہُوَ یَعِظُہٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشۡرِکۡ بِاللّٰہِ ؕ اِنَّ الشِّرۡکَ لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱۳﴾

آیت:۱۳ ﴿وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِہٖ وَھُوَ یَعِظُہٗ﴾ ’’اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے سے جبکہ وہ اسے نصیحت کر رہا تھا۔‘‘

یہاں سے اُن نصیحتوں کا آغاز ہوتا ہے جن میں حضرت لقمان اپنے بیٹے سے مخاطب ہیں۔ اگرچہ یہاں پر اس کا ذکر نہیں کیا گیا‘ لیکن انہوں نے یہ نصیحتیں اپنے انتقال کے وقت کی تھیں۔ ہر شخص فطری طور پر چاہتا ہے کہ وہ اپنی موت سے پہلے اپنی اولاد کو اپنے ورثے کے بارے میں ضروری ہدایات دے جائے۔ جیسے عام طور پر بڑے بڑے کارخانہ دار اور دولت مند لوگ اپنے کاروبار‘ اثاثہ جات اور اور لین دین کے معاملات سے متعلق وصیت کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت لقمان جیسے حکیم انسان نے بھی ضروری سمجھا کہ اپنے عمر بھر کے غور وفکر اور دانائی کا نچوڑ اور لُبِ لباب موت سے پہلے اپنے بیٹے کو منتقل کر دیں۔

﴿یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ ؕ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۳﴾﴾ ’’اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک مت کرنا۔ یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے۔‘‘

لغوی اعتبار سے لفظ ’’ظلم‘‘ کا مفہوم ناانصافی اور حق تلفی ہے۔ ’’ظلم‘‘ کی تعریف یوں کی جاتی ہے: وَضۡعُ الشَّیۡئِ فِیۡ غَیۡرِ مَحَلِّہٖ یعنی کسی چیز کو اُس کے اصل مقام سے ہٹا کر کسی دوسری جگہ پر رکھ دینا۔ ظلم کی اِس تعریف (definition) پر غور کریں تو یہ نکتہ بڑی آسانی سے سمجھ میں آ جاتا ہے کہ یہاں شرک کو ’’ظلم عظیم‘‘ کیوں کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کا خالق ہے اور کائنات کی ہر چیز اُس کی مخلوق ہے۔ وہ اپنی صفات میں یکتا اور تنہا ہے۔ اب اگر کوئی انسان ان صفات کے اعتبار سے مخلوق میں سے کسی کو اُٹھا کر اللہ کے برابر کر دے یا اللہ تعالیٰ کو کسی اعتبار سے گرا کر مخلوق کی صف میں لا کھڑا کرے تو اِس سے بڑھ کر ظلم اور کیا ہوگا؟

درس حدیث

جنت کی ضمانت

عَنۡ ثَوۡبَانَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((مَنۡ تَکَفَّلَ لِیۡ اَنۡ لَا یَسۡأَلَ النَّاسَ شَیۡئًا وَأَتَکَفَّلُ لَہٗ بِالۡجَنَّۃِ)) فَقُلۡتُ: ’اَنَا‘: فَکَانَ لَا یَسۡأَلُ اَحَدًا شَیۡئًا۔ (رواہ ابوداوٗد)

حضرت ثوبان ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص مجھے اس کی ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے سوال نہیں کرے گا، میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں!‘‘ میں نے عرض کیا: ’’میں آپؐ سے اس کا عہد کرتا ہوں۔‘‘ اس کے بعد (حضرت ثوبانؓ نے) کسی سے کچھ نہیں مانگا۔

تشریح: ’’اسلام میں اس بات کو ناپسند کیا گیا ہے کہ انسان دوسروں پر بوجھ بن جائے اور دستِ سوال دراز کرتا پھرے۔ اس کے برعکس نیکی یہ ہے کہ دوسروں کے کام آیا جائے۔ سوال کرنے سے حیا جاتی رہتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا، اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ چنانچہ جب آپؐ کسی کو بھیک مانگتا دیکھتے تو اُسے اپنے ہاتھ سے محنت کر کے روزی کمانے کی تلقین کرتے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان ''نظامِ خلافت'' کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

23 تا 29 ذوالحجہ 1447ھ جلد 35
9 تا 15 جون 2026ء شمارہ 21

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: رضاء الحق

مجلس ادارت: فرید اللہ مروت ● محمد رفیق چودھری ● وسیم احمد باجوہ ● خالد نجیب خان

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک .... 800 روپے
بیرونِ پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
رضاء الحق

کیا مشرقِ وسطیٰ کسی فیصلہ کن موڑ پر کھڑا ہے؟

مئی 2026ء کے اختتام اور جون کے آغاز پر مشرقِ وسطیٰ ایک ایسے نازک موڑ پر کھڑا دکھائی دیتا ہے جہاں جنگ، سفارت کاری، معاشی دباؤ، نظریاتی تصادم اور جغرافیائی سیاست سب ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو چکے ہیں اور کل کیا ہوگا، ٹرمپ اور نیتن یاہو کیا پینترا بدلیں گے، اس حوالے سے یقین سے کچھ کہنا تقریباً ناممکن ہو چکا ہے۔ اس کی واضح مثال ایران کی جوابی کارروائی کے طور پر خلیجی ممالک، خصوصاً جزیرہ قشم پر بمباری اور کویت ایئرپورٹ پر بڑا حملہ ہے جس میں ایک بھارتی شہری سمیت کئی ہلاکتیں ہوئیں اور درجنوں زخمی ہوئے۔ ایران نے بحرین میں ایک امریکی فوجی اڈے پر بھی حملہ کیا۔ دوسری جانب امریکہ اور اسرائیل اس بات کی 'کھوج' میں مصروف ہیں کہ افزودہ ایرانی یورینیم کہاں موجود ہے! پھر یہ کہ اس تحریر کو رقم کرتے وقت تک ایرانی صدر مسعود پزشکیان کی پاسدارانِ انقلاب سے تنازعے پر اپنے عہدہ سے استعفیٰ دینے کی افواہیں بھی زیرِ گردش ہیں، جنہیں مغربی میڈیا درست جب کہ ایران نواز میڈیا جھوٹ قرار دے رہا ہے۔ بظاہر دنیا یہ تاثر لینے کی کوشش کر رہی ہے کہ امریکہ اور ایران کے درمیان کوئی سفارتی پیش رفت جاری ہے، مگر زمینی حقائق بتاتے ہیں کہ یہ محض مذاکرات کا مرحلہ نہیں بلکہ طاقت، صبر، دباؤ اور بقا کی جنگ ہے۔ اطلاعات کے مطابق امریکہ اور ایران کے درمیان بالواسطہ رابطے جاری ہیں، ایران کسی محدود نوعیت کے عبوری معاہدے پر غور کر رہا ہے، جبکہ امریکی قیادت یہ تاثر دے رہی ہے کہ کشیدگی کو کم کرنے کی سنجیدہ کوششیں جاری ہیں۔ تاہم اس تمام سفارتی سرگرمی کے باوجود جنگی ماحول پوری طرح ختم نہیں ہوا، بلکہ ایک غیر یقینی تعطل (stalemate) کی کیفیت پیدا ہو چکی ہے۔

امریکہ اور اسرائیل کے درمیان نئے عسکری اتحاد کی خبریں اس وقت عالمی سطح پر شدید بحث کا باعث بنی ہوئی ہیں۔ امریکہ اسرائیل کا ایک نیا اور مہلک ترین اتحاد ..... یہ اصل جنگوں کے آغاز کی تیاری ہے۔ مبینہ معاہدہ کے تحت امریکی فوجی دستے اور اڈے اسرائیل میں قائم کیے جائیں گے، اور امریکی کانگرس اس سلسلے میں قانون سازی کے قریب ہے۔ اس میں جدید دفاعی ٹیکنالوجی، مشترکہ میزائل شیلڈز، اور خطے میں جارحانہ حکمتِ عملی شامل ہیں۔ یہ پیش رفت خطے میں طاقت کے توازن کو یکسر بدلنے والی ہوگی۔ اصل اور بڑی جنگوں کی تیاری کی جھلک واضح نظر آتی ہے۔ یہ اتحاد براہِ راست ایران اور اس کے اتحادی گروہوں کو نشانہ بنانے کے لیے استعمال ہو سکتا ہے۔ فلسطینی مزاحمت اور لبنانی سرحدی صورتِ حال مزید پیچیدہ ہو سکتی ہے۔ چین اور روس اس اقدام کو خطے میں امریکی بالادستی کے طور پر دیکھ سکتے ہیں اور ممکن ہے کہ کھل کر ایران کی حمایت کریں۔ او آئی سی اور عرب لیگ تو دفن ہو چکیں مگر عالمِ اسلام کو اس خوفناک پیش رفت پر فوری ردِعمل دینا ہوگا۔ تاکہ یہ ابلیسی اتحاد مسلم ممالک کے خلاف جارحانہ حکمتِ عملی میں نہ ڈھل جائے۔ پاکستان، ترکی اور سعودی عرب جیسے ممالک کو مشترکہ دفاعی اور سفارتی حکمتِ عملی اپنانا ہوگی۔ اگر مسلم دنیا خاموش رہی تو یہ اتحاد مستقبل میں ایک ایک کر کے تمام عرب ممالک کو ہڑپ کر جائے گا۔ میڈیا اور عوامی سطح پر اس اتحاد کے خطرات کو اجاگر کرنا بھی ضروری ہے تاکہ عالمی رائے عامہ متاثر ہو۔ اسرائیل کی خطے میں جارحانہ حکمتِ عملی کو اس اتحاد سے مزید تقویت ملے گی۔ بعض تجزیہ کاروں کے مطابق یہ اتحاد ایران اور حزب اللہ کے خلاف براہِ راست دباؤ

بڑھانے کے لیے ہے۔ الغرض پاکستان، ترکی، سعودی عرب اور ایران جیسے ممالک کو مشترکہ لائحہ عمل تیار کرنا ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ جنگ محض امریکہ اور ایران کی نہیں بلکہ اسرائیل اور ایران کی ہے۔ اگر ایران کمزور یا پسپا ہوا تو پاکستان بھی اس کے اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکے گا۔ توانائی بحران، فرقہ وارانہ کشیدگی اور علاقائی عدم استحکام پاکستان کے لیے سنگین خطرات ہیں۔ دوسری طرف اگر ایران اور امریکہ کے درمیان جنگ بندی ہوجاتی ہے تو اسرائیل کے لیے یہ قابلِ قبول نہیں ہوگا، کیونکہ اس سے اس کے ’’گریٹر اسرائیل‘‘ منصوبے کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ اسرائیل کی پالیسی ہمیشہ توسیع پسندانہ رہی ہے، اور کسی بھی امن معاہدے کو وہ اپنے عزائم کے لیے رکاوٹ سمجھتا ہے۔

نیتن یاہو کے ساتھ ٹرمپ کی ٹیلیفون پر مبینہ جھڑپ، جس میں امریکی صدر نے نیتن یاہو کو پاگل اور ناشکرا تک کہا، ہمارے نزدیک نظر کے دھوکے کے سوا کچھ نہیں اور دونوں محض ٹال مٹول سے وقت گزارنے (time buying) کی کوشش کر رہے ہیں، اگرچہ عالمی میڈیا کے مطابق یہ اس بات کی علامت ہے کہ واشنگٹن اور تل ابیب (بلکہ یروشلم!) کے مفادات ہر پہلو پر یکساں نہیں اور بعض ذرائع کے مطابق لبنان اور ایران کے محاذ پر اسرائیلی عسکری اقدامات کے دائرہ کار پر دونوں رہنماؤں میں اختلافات پیدا ہوئے۔ اگر تنازعات حقیقی ہوتے تو امریکی حکومت اسرائیل پر 3.8 ارب ڈالر نچھاور کرنے اور مشرقِ وسطیٰ کے حوالے سے نیا مہلک ترین معاہدہ کرنے پر مُصر نہ ہوتی۔ اسرائیل اور لبنان کے درمیان چند مقامات پر جزوی جنگ بندی تو ہوئی ہے، مگر اس کے پائیدار رہنے کے امکانات کم ہیں کیونکہ حزب اللہ، حماس اور اسرائیل کے درمیان اعتماد کی فضا کبھی قائم نہیں ہوسکتی۔ البتہ ٹرمپ کے حزب اللہ اور شام کے صدر احمد الشرع سے رابطے اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ امریکہ براہِ راست فریقین کو قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ بہرحال ایسے معاہدے اس خطے میں اکثر عارضی ثابت ہوتے ہیں، کیونکہ بنیادی تنازع حل نہیں ہوتا۔

یہ سوال اپنی جگہ اہم ہے کہ کیا پاکستان واقعی امریکہ اور ایران کے درمیان جنگ رکوانے میں کامیاب ثالث بن رہا ہے؟ اس سوال کا جواب ہم قارئین پر چھوڑ دیتے ہیں۔ سب چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہے!

اگر اُمتِ مسلمہ کے زاویۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو ایک تلخ سوال سامنے آتا ہے: کیا ایران کو بھی فلسطینی مسلمانوں کی طرح عالمی قوتوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے؟ بدقسمتی سے اس سوال کا جواب بڑی حد تک اثبات میں محسوس ہوتا ہے۔ مسلم دنیا کی اکثریت شدید سفارتی کمزوری، داخلی تقسیم اور مغربی انحصار کا شکار ہے۔ عرب دنیا کے اکثر حکمرانوں کی ترجیح اپنی حکومتوں کا استحکام، سرمایہ کاری، اور امریکہ کے ساتھ تعلقات ہیں، نہ کہ مشترکہ اسلامی مؤقف۔ یہی وجہ ہے کہ فلسطین کی تباہی کے بعد بھی کوئی مؤثر اجتماعی حکمتِ عملی سامنے نہ آسکی، اور ایران کے معاملے میں بھی عالمِ اسلام بڑی حد تک بیانات تک محدود نظر آتا ہے۔ اگرچہ بعض ریاستیں سفارتی طور پر جنگ بندی کی حمایت کر رہی ہیں، مگر عملی مزاحمتی صف بندی دکھائی نہیں دیتی۔

یورپی ممالک کا مؤقف نسبتاً محتاط ہے۔ خصوصاً جرمنی، فرانس اور سپین جنگ کے بجائے کشیدگی میں کمی اور مذاکرات کے حق میں ہیں۔ ان کے لیے زیادہ بڑا خطرہ پورے خطے کا عدم استحکام، تیل و گیس کی قیمتوں میں اضافہ اور عالمی معیشت پر پڑنے والے اثرات ہیں۔ اس وقت اکثر یورپی ممالک اسرائیل کی سلامتی سے زیادہ جنگ کے پھیلاؤ سے خوفزدہ دکھائی دیتے ہیں۔

بعض پاکستانی حلقوں میں یہ خدشہ موجود ہے کہ ایران کی کمزوری کے بعد پاکستان پر دباؤ بڑھ سکتا ہے، خصوصاً اس کے ایٹمی پروگرام اور علاقائی پالیسیوں کے حوالے سے جو ایک ایسی حقیقت ہے جس کا واشگاف الفاظ میں تذکرہ بن گوریان اور نیتن یاہو دونوں کر چکے ہیں اور بھارت کی ہر طرح سے معاونت کرنا بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ امریکہ میں یہ خدشہ بھی زیرِ بحث ہے کہ اگر ایران پر حد سے زیادہ دباؤ ڈالا گیا تو چین اور روس زیادہ کھل کر اس کی پشت پر آسکتے ہیں۔ چین کے لیے توانائی کی رسد اور روس کے لیے امریکی اثر و رسوخ کو محدود کرنا اہم مسئلہ ہے۔ تاہم فوری طور پر ’’تیسری عالمی جنگ‘‘ کے آغاز کا امکان کم دکھائی دیتا ہے، کیونکہ بڑی طاقتیں براہِ راست تصادم کے بجائے پراکسی، سفارت کاری اور محدود دباؤ کی حکمتِ عملی اختیار کرتی رہی ہیں۔ البتہ اگر کسی غلط عسکری اندازے یا حادثاتی تصادم نے بڑے ممالک کو براہِ راست آمنے سامنے لا کھڑا کیا تو خطرات یقیناً بڑھ سکتے ہیں۔

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو مشرقِ وسطیٰ اس وقت ایک ایسے مرحلے میں داخل ہو چکا ہے جہاں بظاہر سفارت کاری جاری ہے مگر کسی بڑی جنگ کا سایہ ابھی مکمل طور پر ٹلا نہیں۔ اُمتِ مسلمہ کی کمزوری، باہمی تقسیم اور قیادت کے بحران نے ایک مرتبہ پھر یہ سوال زندہ کر دیا ہے کہ کیا مسلم دنیا محض ردِعمل تک محدود رہے گی یا کبھی مشترکہ حکمتِ عملی بھی اختیار کر سکے گی؟ فلسطین سے ایران تک جاری بحران ایک ہی حقیقت کی یاددہانی ہیں: جب اُمت سیاسی وحدت، فکری پختگی اور اجتماعی قوت سے محروم ہو جائے تو اس کے مسائل عالمی طاقتوں کی میزوں پر طے ہونے لگتے ہیں، اس کے اپنے ایوانوں میں نہیں۔

ہمارے نزدیک یہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ ایران کو محض ایک بہانے کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے جبکہ اصل ہدف پاکستان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسرائیل کو کسی جنگ بندی یا امن معاہدے میں حقیقی دلچسپی نہیں۔ صہیونیوں کے نزدیک ’’گریٹر اسرائیل‘‘ کے ابلیسی منصوبے کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ پاکستان ہے۔ پھر مقبوضہ فلسطین میں بھی دجالی حکومت کے قیام کی تیاریاں عروج پر دکھائی دیتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ اور اسرائیل کی ایران مخالف مہم نے فلسطین، غزہ اور مسجدِ اقصیٰ جیسے بنیادی مسائل کو پسِ منظر میں دھکیل دیا ہے، جو اُمتِ مسلمہ کے لیے لمحۂ فکریہ سے زیادہ ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

مسجدِ اقصیٰ محض ایک تاریخی مقام نہیں بلکہ ہمارے ایمان، ہماری اجتماعی شناخت اور ہماری روحانی وابستگی کا ایک بنیادی ستون ہے۔ اس کے خلاف صہیونی منصوبے صرف ایک عمارت کو نقصان پہنچانے تک محدود نہیں رہیں گے بلکہ پوری اُمتِ مسلمہ کی روحانی فضا کو مجروح کریں گے۔ اگر اُمت نے اس ابلیسی منصوبے کو روکنے کے لیے اجتماعی ذمہ داری نہ نبھائی تو آنے والے وقت میں نہ صرف فلسطین بلکہ پورا عالمِ اسلام شدید خطرات سے دوچار ہوگا۔ یہی وقت ہے کہ پاکستان سمیت عالمِ اسلام خوابِ غفلت سے جاگے اور اپنی اجتماعی ذمہ داری کو عملی صورت میں ڈھالے، تاکہ مسجدِ اقصیٰ اور اُمتِ مسلمہ کا تحفظ یقینی بنایا جاسکے۔

صراطِ مستقیم کی ہدایت

(سورۃ الانعام کی آیت 161 کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 15 مئی 2026ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور تلاوتِ آیاتِ قرآنی کے بعد!

آج ان شاء اللہ سورۃ الانعام کی آیت 161 کی روشنی میں تذکیر یا یاددہانی کے طور پر چند باتیں بیان کرنا مقصود ہیں۔ سورۃ الانعام مکی سورت ہے اور مکی دور کے بالکل آخر میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ایک ہے۔ اس میں دیگر مکی سورتوں کی طرح جہاں توحید، آخرت، پیغمبروں کے حالات و واقعات، جنت اور جہنم کا بیان ہے وہاں اللہ کے رسول ﷺ اور مشرکین مکہ کے درمیان کشاکش کا بھی تذکرہ ہے۔ اسی تناظر میں زیر مطالعہ آیت میں مشرکین مکہ کے تعلق سے دوٹوک انداز بھی اختیار کیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّنِیْ ہَدٰىنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰہِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿١٦١﴾﴾ ''(اے نبی ﷺ!) کہیے کہ میرے ربّ نے تو مجھے ہدایت دے دی ہے سیدھے راستے کی طرف۔ وہ دین ہے سیدھا جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں اور ملت ہے ابراہیمؑ کی جو یکسو تھا (اللہ کی طرف) اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔''

مشرکین مکہ کا دعویٰ تھا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں۔ زیر مطالعہ آیت کے ذریعے ان پر واضح کیا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی وارث تو اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور پھر آپ ﷺ کے سچے پیروکار ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شرک کے خلاف جہاد کیا تھا اور وہ اللہ کے سوا کسی کو معبود نہیں مانتے تھے۔ جبکہ تم (مشرکین) اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو اور توحید کی مخالفت کرتے ہو لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وارث ہونے کی تمہارے پاس نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ کوئی نقلی (وحی پر مبنی) دلیل ہے۔ عقل کا تقاضا بھی اس حقیقت کو ماننا ہے کہ کائنات کو بنانے والا اور اس کا نظام چلانے والا ایک ہی رب ہے اور وہی معبود حقیقی ہے اور یہی تعلیم وحی کے ذریعے بھی نقل ہوئی ہے۔ ہر پیغمبر نے یہی دعوت دی کہ ایک اللہ کو ہی اپنا رب مانو اور اسی کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ ہر پیغمبرؑ کی دعوت اللہ کی طرف سے نازل کردہ وحی کے تابع ہوتی تھی۔ اپنی طرف سے پیغمبرؑ بات نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ قرآن کریم رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بتاتا ہے:

﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْہَوٰی ﴿٣﴾ اِنْ ہُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ﴿٤﴾﴾ (النجم) ''یہ تو صرف وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔ اور یہ (جو کچھ کہہ رہے ہیں) اپنی خواہش نفس سے نہیں کہہ رہے ہیں۔''

زیر مطالعہ آیت کا آغاز بھی نبی اکرم ﷺ کے اس

مرتب: ابوابراہیم

فرمان سے ہوتا ہے کہ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ رہا بلکہ میرے رب نے مجھے اس کی ہدایت عطا فرمائی ہے۔

یہاں ایک ذیلی نکتہ سمجھ لیجیے کہ ہم بھی اللہ ہی کے محتاج ہیں، پیغمبر بھی اللہ ہی کے محتاج تھے، وہ بھی ہدایت کے معاملے میں اللہ کے محتاج تھے۔ ہدایت دینے والی ذات اللہ کی ہے، کتاب کی تعلیم، حدیث کی تعلیم جسے ہم وحی غیر متلو کہتے ہیں وہ اللہ ہی نے عطا کی۔ رسول اللہ ﷺ کے ذریعے وہ ہم تک پہنچی ہے۔ اس کتاب الٰہی و وحی غیر متلو کا عملی نمونہ رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاِنَّكَ لَتَہْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿٥٢﴾﴾ (الشوریٰ) ''اور آپ یقیناً سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔''

اندازہ کیجیے کہ جن کے ذریعے ہم تک قرآن پہنچا، جن کے ذریعے قرآن کی تشریح ہم تک پہنچی، جو سراپا ہدایت ہیں اور جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ آپ ﷺ صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دینے والے ہیں، وہ اللہ کے پیغمبر ﷺ خود ہر نماز کی ہر رکعت میں اللہ تعالیٰ سے ہی ہدایت مانگتے ہیں:

﴿اِہْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿٥﴾﴾ (الفاتحہ) ''(اے رب ہمارے!) ہمیں ہدایت بخش سیدھی راہ کی۔''

یہاں تک کہ جب آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے اور جو آپ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ کی آخری نماز پڑھی اس میں بھی آپ ﷺ نے یہی دعا کی ہوگی، ذرا سوچیے کہ ہمیں اس ہدایت کی کس قدر ضرورت ہوگی اور ہمیں اس ہدایت کے لیے رب سے کس قدر دعائیں مانگنی چاہئیں۔ لہٰذا جب بھی موقع ملے تو نماز کے دوران سورۃ الفاتحہ کے علاوہ بھی یہ دعا مانگتے رہنا چاہیے:

﴿اِہْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ اِہْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ﴾

زیر مطالعہ آیت میں آپ ﷺ کا فرمان نقل ہوا کہ میرے رب نے ہی مجھے ہدایت دی ہے۔ لغوی اعتبار سے کسی شے کو ابتدا سے لے کر انتہا تک پروان چڑھانا، اس کی ایک ایک حاجت کو پورا کرنا اور اس کو نقطۂ عروج یا نقطۂ کمال تک پہنچانا ربوبیت کہلاتا ہے۔ ماں باپ کے لیے قرآن میں اس لفظ کا استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْہُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ﴿٢٤﴾﴾ (بنی اسرائیل: 24) ''اور دعا کرتے رہو: اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما جیسے کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا۔''

انسان کو تخلیق تو اللہ تعالیٰ نے کیا ہے لیکن اس کی پیدائش کا ذریعہ ماں باپ بنتے ہیں، پہلے 9 ماہ بچے کو ماں اپنے پیٹ میں پالتی ہے، اس کے بعد جوان ہونے تک ماں باپ اس کی پرورش کرتے ہیں، اس کی ہر ضرورت اور ہر حاجت کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ قرآن میں حکم دیتا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور ان کے لیے دعا بھی کرو۔ لیکن

آج یہ بات ہم بھول چکے ہیں۔ 2007ء میں کراچی کی ایک پرائیویٹ یونیورسٹی میں درسِ قرآن کا شرف حاصل ہوا۔ جب سورۃ بنی اسرائیل کی اس آیت کا مطالعہ کرایا تو BBA کے چار طالب علموں نے عجیب بات بتائی کہ ہمیں آج معلوم ہوا ہے کہ ماں باپ کے لیے دعا کرنا بھی ہمارے دینی تقاضوں میں شامل ہے۔ یہ 2007ء کی بات ہے، آج 2026ء میں ہماری نئی نسل کا کیا حال ہوگا؟

آج لوگوں کے پاس اپنے لیے دعا مانگنے کا وقت نہیں ہے، والدین کو کون یاد رکھے گا؟ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ ایک حدیث سنایا کرتے تھے کہ جس طرح اللہ کے گھر (خانہ کعبہ) کو دیکھنے کا ثواب ملتا ہے، اسی طرح والدین کا دیدار کرنے کا بھی ثواب ملتا ہے، ایک صحابی نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اگر میں 100 مرتبہ دیکھوں تو؟ فرمایا: ہر نظر پر ایک حج کا ثواب ملے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں والدین کا فرمانبردار اور اُن کے لیے دعا کرنے والا بنائے۔ آمین! اسی طرح حقیقی معنوں میں ہماری حاجات کو اولاً و اصلاً پورا کرنے والا اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ ہماری حاجات جسم کی بھی ہیں، روح کی بھی ہیں، ہماری حاجات معاش، گھر گرہستی کے معاملات میں بھی ہیں اور سب سے بڑھ کر ہدایت کے معاملات میں ہیں۔ پھر ہماری حاجات آخرت کے حوالے سے بھی ہیں۔ جب یہ یقین ہوگا کہ ہمیں اللہ نے پیدا کیا ہے اور وہی ہماری حاجات کو پورا کرنے والا تو پھر دل سے دعا نکلے گی کہ یارب! تو ہمیں ہدایت عطا کر۔ سورہ رحمٰن میں ہم پڑھتے ہیں:

﴿اَلرَّحْمٰنُ ۝۱ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝۲ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝۳﴾

''رحمٰن نے۔ قرآن سکھایا۔ اُسی نے انسان کو بنایا۔''

ترتیب کے لحاظ سے انسان پہلے زمین پر آیا اور قرآن آخری پیغمبر ﷺ پر نازل ہوا لیکن یہاں قرآن کی تعلیم کا ذکر پہلے آرہا ہے اور انسان کی تخلیق کا ذکر بعد میں ہے۔ معلوم ہوا کہ ہدایت کی انسانی زندگی میں اس قدر اہمیت ہے کہ انسان کی پیدائش سے پہلے اس کا اہتمام کیا گیا۔ انسان کی پیدائش سے لے کر مرنے کے بعد بھی، حشر کے میدان تک اور جنت میں داخلے تک وہ ہدایت کا محتاج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جنت میں داخل ہونے والوں کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۖ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ﴾ (الاعراف:43)

''کل شکر اور کل تعریف اُس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں یہاں تک پہنچادیا' اور ہم یہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے اگر اللہ ہی نے ہمیں نہ پہنچادیا ہوتا۔''

معلوم ہوا کہ ماں کی گود میں جو کلمہ نصیب ہوگیا وہ کافی نہیں ہے، کان میں اذان پڑ گئی وہ کافی نہیں ہے، نماز کی توفیق مل گئی کافی نہیں، کچھ دین کو سیکھنے کا موقع مل گیا کافی نہیں بلکہ اس سے آگے بھی بہت کچھ مطلوب ہے۔ دنیا سے بندہ جارہا ہے، کلمہ نصیب ہوجائے تو بڑی بات ہے، اللہ ہم سب کو نصیب فرمائے ورنہ بہت بُری موت بھی ہوجاتی ہے۔ کانسرٹ سے نکلے موت آگئی، شراب کے نشے میں دھت ہیں اور موت آگئی۔ کسی مغربی ملک میں ایک مسلمان بوڑھا تھا، موت کا وقت آیا، جان نہیں نکل رہی تھی، گھر والے کلمہ پڑھا رہے ہیں، پڑھنے کو تیار نہیں، کہتا ہے: فلاں کا البم لگاؤ، اس کے گانے سنوں۔ اس فاحشہ عورت کے گانے سنتے سنتے موت آگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، اللہ ہمیں بری موت سے محفوظ رکھے۔ ہدایت پیدائش سے لے کر مرتے دم تک اور اس کے بعد بھی جنت میں داخلے تک مطلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کو کسے معلوم ہے کہ انسان کی اصل حاجات کیا ہیں۔ فرمایا:

﴿اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ﴾ (الملک:14) ''کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے؟''

اسی لیے انسان کو قرآن کریم آخری کلام کے طور پر دے دیا گیا اور رسول اللہ ﷺ کا اُسوہ بھی عطا کر دیا گیا۔ آج کل جین زی (Gen Z) اور جین الفا (Gen Alpha) زیرِ بحث ہیں۔ کیوں ہم نے ان کو کیٹیگرائز کر کے بالکل سائیڈ پر کر دیا ہے؟ کیا یہ اللہ کی مخلوق نہیں ہیں؟ کیا ان میں اللہ نے روح نہیں پھونکی؟ کیا ان کو ہدایت کی ضرورت نہیں ہے؟ قرآن قیامت تک کے لیے ذریعۂ نجات اور راہِ ہدایت ہے۔ موجودہ اور آنے والی نسلوں کو ہدایت قرآن ہی سے ملے گی، ان کی روح کی پیاس صرف قرآن سے بجھے گی۔ قرآن کی تعلیم کے ذریعے ہی ان میں اللہ سے ملاقات کی تڑپ پیدا ہوگی اور پھر وہ صراطِ مستقیم پر چلیں گے۔ یہ پورا پیکج اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی ﷺ کے ذریعے مکمل فرما کر عطا کیا۔ زیرِ مطالعہ آیت میں آپ ﷺ سے کہلوایا گیا کہ بے شک مجھے بھی صراطِ مستقیم کی ہدایت میرے رب کی طرف سے ملی ہے۔ اب صراطِ مستقیم کیا ہے؟ اس کی ایک تعبیر تو سورۃ الفاتحہ میں ہے:

﴿صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ﴾

سورۃ النساء (آیت 69) کے مطابق انعام یافتہ لوگوں میں سرفہرست انبیاء کرامؑ ہیں اور انبیاءؑ کے امام محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ لہٰذا سیدھے راستے پر چلنا ہے تو انبیاء کا طریقہ اور امام الانبیاء ﷺ کا اسوہ تمہارے سامنے رہے۔ جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ((كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ)) (مسلم)

قرآن کا عملی نمونہ دیکھنا ہو تو سیرت رسول ﷺ کے اخلاق و اُسوہ کو دیکھو۔ صراطِ مستقیم کی ایک اور تعبیر آپ ﷺ کے فرمان میں بھی ملتی ہے۔ ترمذی شریف کی طویل حدیث کے الفاظ ہیں:

((وھو الصراط المستقیم)) یہ قرآن کریم ہی سیدھا راستہ ہے۔ سورۃ الفاتحہ میں ہم اللہ تعالیٰ سے صراط مستقیم کی دعا مانگتے ہیں، وہ بھی قرآن کا ہی حصہ ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ پورا قرآن بندے کے سامنے رکھتا ہے کہ یہ ہے سیدھا راستہ۔ زیرِ مطالعہ آیت میں فرمایا:

﴿دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ﴾ ''وہ دین ہے سیدھا جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں اور ملّت ہے ابراہیم کی جو یکسو تھا۔'' دِیْنًا قِیَمًا سے مراد صحیح دین، قائم دین ہے۔ سورۃ البینہ میں فرمایا:

''اور انہیں حکم نہیں ہوا تھا مگر یہ کہ وہ بندگی کریں اللہ کی' اپنی اطاعت کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے' بالکل یکسو ہوکر اور (یہ کہ) نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں' اور یہی ہے سیدھا (اور سچا) دین۔'' (البینۃ:5)

یہاں عبادت کا بیان الگ آیا اور پھر نماز اور زکوٰۃ کا بیان الگ۔ حالانکہ نماز اور زکوٰۃ بھی عبادات ہیں۔ دراصل سمجھانا یہ مقصود ہے کہ عبادت ایک مکمل عمارت ہے، نماز اور زکوٰۃ اس عمارت کے اگرچہ اہم ستون ہیں لیکن مکمل عمارت نہیں ہیں۔ مکمل عبادت تو پوری زندگی میں مطلوب ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝۵۶﴾ (الذاریات) دنیا میں بہت سے کام ہمیں مجبوراً کرنا پڑتے ہیں، صبح 9 سے شام 5 بجے نوکری مجبوری کا نام ہے، بچے ہیں تو ہوم ورک کرنا ہے وغیرہ وغیرہ لیکن اللہ کی عبادت مجبوری کے تحت نہیں بلکہ محبت اور شکرگزاری کے جذبے کے تحت ہونی چاہیے۔ اسی جذبے کے ساتھ مکمل طور پر اپنے رب کے سامنے اپنے آپ کو جھکا لینا عبادت ہے اور یہ عبادت ہر لمحہ اور ہر کام میں مطلوب ہے۔ صرف مسجد میں نہیں بلکہ گھر، دفتر، دکان، عدالت، سیاست، پارلیمنٹ، ریاست اداروں میں بھی مطلوب ہے، نکاح کا موقع ہو یا ماتم کا، خوشی کا لمحہ ہو یا غم کا ہر جگہ ایسی بندگی درکار ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً ۪﴾ (البقرۃ:208)

''پورے پورے اسلام میں داخل ہوجاؤ۔''

یہ نہیں کہ صرف مسجد میں ہی اللہ میرا معبود ہے، باہر نکل کر میں آزاد ہوں، ہرگز نہیں۔ اللہ 24 گھنٹے میرا معبود ہے

اور پوری زندگی اس کی عبادت مقصود ہے۔

﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝٩٩﴾ (الحجر)
''اور اپنے رب کی بندگی میں لگے رہیں یہاں تک کہ یقینی شے وقوع پذیر ہوجائے۔''

یہی اصل میں دین قیم سے مراد ہے کہ جو ہر وقت قائم اور درست ہو۔ فرمایا:

﴿دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ﴾ ''وہ دین ہے سیدھا جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں اور ملت ہے ابراہیم کی۔''

ملت کا ترجمہ طریقہ بھی کیا جاتا ہے اور بعض اوقات اس کا ترجمہ مذہب بھی کیا جاتا ہے۔ اپنے نزول کے وقت اس آیت کے اصل مخاطب مشرکین مکہ تھے جن کا دعویٰ تھا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ اُنہی پر واضح کیا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ تو یہ تھا کہ وہ یکسو ہو کر اللہ کی عبادت کرتے تھے اور کسی کو اللہ کے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتے تھے۔ قرآن مجید میں ملتِ ابراہیم کی وضاحت بھی کئی مقامات پر کی گئی ہے۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ میں فرمایا:

﴿اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١٣١﴾ ''جب بھی کہا اُس سے اُس کے پروردگار نے کہ مطیع فرمان ہو جا تو اُس نے کہا میں مطیع فرمان ہوں تمام جہانوں کے پروردگار کا۔''

﴿وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ﴾ (البقرۃ: 124) ''اور ذرا یاد کرو جب ابراہیمؑ کو آزمایا اُس کے رب نے بہت سی باتوں میں تو اُس نے اُن سب کو پورا کر دکھایا۔''

وہ تمام امتحانات میں پورے اُترے، تب اللہ فرماتا ہے:

﴿قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ﴾ (البقرۃ:124) ''تب فرمایا: (اے ابراہیمؑ!) اب میں تمہیں نوعِ انسانی کا امام بنانے والا ہوں!''

یہ امامت کا منصب، یہ دنیا کی لیڈرشپ گھر بیٹھے آن لائن آرڈر سے نہیں مل جاتی، یہ بہت بڑی آزمائشوں اور مشقتوں سے گزر کر ملتی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں ان آزمائشوں اور مشقتوں کی انتہا ہے۔ فکری امتحان، صبر کا امتحان، گھر والوں سے امتحان، پوری قوم کی طرف سے امتحان، آگ میں ڈالا جا رہا ہے، آبائی وطن چھوڑنے پر مجبور کیا جا رہا ہے، بیوی اور بیٹے کو صحرا میں اللہ کے توکل پر چھوڑ رہے ہیں۔ اور سب سے بڑا امتحان اس پیارے بیٹے کی قربانی جس کو اُنہوں نے طویل صبر کے بعد اللہ سے دعائیں مانگ مانگ کر حاصل کیا تھا۔ ذرا سوچیے! آج ہمارے بیٹے کی انگلی دروازے کی جھری میں آ جائے تو ہمارا کلیجہ پھٹ جائے، لیکن حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ اللہ کے سامنے کس قدر جھکنے والے تھے۔ اللہ کا حکم آ گیا کہ اپنے پیارے بیٹے کو اللہ کی راہ میں ذبح کر دو۔ فرمایا: ﴿فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝١٠٣﴾ (الصافات) ''پھر جب دونوں نے فرمانبرداری کی روش اختیار کر لی اور ابراہیم نے اس کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔'' دونوں میں سے کسی نے بھی سوال تک نہیں کیا۔ بیٹے نے بھی کہا:

﴿قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝١٠٢﴾ (الصافات) ''اُس نے کہا: ابا جان! آپ کر گزریئے جس کا آپ کو حکم ہو رہا ہے۔ اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔''

معلوم ہوا کہ دین قیم صرف چند عبادات اور اذکار تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ زندگی بھر کی قربانی مانگتا ہے، زندگی بھر کی بندگی چاہتا ہے۔ جب جب، جہاں جہاں، جو جو تقاضا آئے اُس پر جھکنا اسلام ہے اور قربانی اس کی انتہا ہے۔ یہی ملتِ ابراہیمی ہے، ہر طرح کے امتحانات سے گزار کر انتہا پر بیٹے کی قربانی اللہ نے مانگی اور وہ اپنے تئیں چھری چلا چکے اور دونوں باپ بیٹا رب کے حکم کے سامنے جھک گئے۔ یہاں اللہ نے اسلام کا لفظ استعمال کیا۔ معلوم ہوا کہ اسلام ملت ابراہیم ہے۔ یہود و نصاریٰ بھی ملت ابراہیم میں سے ہیں، ان سے بھی یہی تقاضا تھا، مشرکین مکہ سے بھی یہی تقاضا تھا کہ یکسو ہو کر اللہ کی عبادت کرو۔ سورۃ مزمل میں یکسو (حنیف) ہونے کی وضاحت بھی کر دی گئی: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ﴾ (البقرہ:165) ''اور جو لوگ واقعتاً صاحبِ ایمان ہوتے ہیں ان کی شدید ترین محبت اللہ کے ساتھ ہوتی ہے۔''

زیر مطالعہ آیت سے اگلی آیت میں فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١٦٢﴾ (الانعام) ''آپؐ کہیے میری نماز' میری قربانی' میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔''

یہ حنیف ہونا ہے فکری سطح پر، قلبی سطح پر اور عملی سطح پر بھی مطلوب ہے۔ سب سے بڑھ کر اللہ کے ساتھ محبت ہو، اللہ کے ہر حکم کے سامنے جھکے رہو، پوری زندگی اُس کی فرمانبرداری میں گزارو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ آج ہم تنہائی میں بیٹھ کر ذرا سوچیں کہ کیا ہم ملت ابراہیم پر قائم ہیں؟ کیا اللہ ہماری ترجیح اوّل ہے؟ کیا اللہ کی محبت بقیہ محبتوں پر غالب ہے؟ کیا اللہ کے لیے جھکنا باقی سارے تقاضوں پر غالب ہے؟ حنیف ہونا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝١٦١﴾ ''اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔''

یہود نے عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دے دیا، نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دے دیا، مشرکین مکہ نے خانہ کعبہ میں 360 بت رکھ لیے، اس کے باوجود وہ کہتے تھے کہ ہم ملتِ ابراہیم ہیں، درحقیقت وہ ہرگز ہرگز ملتِ ابراہیم پر نہیں تھے۔ ابراہیم علیہ السلام مشرک نہیں تھے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے حقیقت اقسام شرک کے عنوان سے شرک کی مختلف قسموں کی وضاحت کی ہے۔ اگر اللہ کی محبت پر کسی کی محبت کو ترجیح دی جائے، اگر اللہ کے حکم پر کسی اور کے حکم کو ترجیح دی جائے تو وہ بھی شرک ہے، اللہ کے قانون کو بائی پاس کر کے کسی اور کا قانون مانا جا رہا ہے، یہ تو شرک پلس (plus) والی بات ہے۔ دکھاوے کا عمل کیا، دکھاوے کی نماز ادا کی تو وہ بھی شرک ہے ؎

براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

اللہ کا قانون پامال کر کے انسانی عقل سے بنا ہوا قانون نافذ کیا جا رہا ہے، یہ مشرکانہ نظام ہے۔ مگر ہمارے ہاں ابھی وہ شرک کے فتوے ایک مکتب فکر کی طرف سے دوسرے کے لیے چند چیزوں تک محدود ہیں۔ ؎

باطل کے اقتدار میں تقویٰ کی آرزو
کتنا حسیں فریب ہے جو کھا رہے ہیں ہم

شریعت کے خلاف قانون سازیاں کر کے سرعام اللہ کے احکامات کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے، یہ شرک کسی کو نظر نہیں آتا؟ عرب میں توحید کا بڑا ذکر ہوتا ہے اور شرک کی نفی ہوتی ہے مگر حاکمیت والی توحید وہاں بھی بیان نہیں ہوتی: ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ﴾ (سورۃ یوسف:40) خالق بھی وہ ہے اور حاکم بھی وہی ہے۔

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

یہ حقیقت کیوں بیان نہیں کی جاتی؟ بس چند چیزوں کو پکڑ کر شرک کے فتوے لگانا، باطل نظام سے کمپرومائز کر لینا، سود کا دھندہ دیکھ کر چہرے کا رنگ بھی تبدیل نہ ہو، اللہ کے احکامات ٹوٹیں اور ماتھے پر بل بھی نہ آئے تو یہ توحید نہیں ہے۔ یہ ساری تفصیلات اس لیے نہیں کہ ہم دوسروں پر شرک کے فتوے لگائیں بلکہ یہ اس لیے ہیں کہ ہم اپنا جائزہ لیں کہ کیا آج ہم دین حنیف پر قائم ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہمیں توحید پر کاربند رکھے اور شرک اور اس کی ہر قسم سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین!

۞۞۞

نقیب، اُسرہ اور اجتماعِ اسرہ

آصف حبیب پراچہ
(ناظم تربیت، حلقہ کراچی شرقی)

اس تحریر کا مقصد نظام العمل میں موجود اسرہ کی ساخت، نقیب کے فرائض اور اجتماعِ اسرہ کے خدوخال کی وضاحت پیش کرنا نہیں ہے، بلکہ یہ مضمون اس بات پر روشنی ڈالتا ہے کہ نقیب اسرہ اپنی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے اسرہ میں فطری ماحول کو فروغ دیتا ہے اور تعمیری جذبے کے تحت اسرہ کو معنوی و روحانی خطوط پر استوار کرتا ہے کہ اس کا اثر بامعنی، شاندار اور پائیدار ہو۔ امید ہے کہ یہ تحریر ساتھیوں کے لیے مفید اور رہنمائی کا باعث ہوگی۔ ان شاءاللہ!

تنظیم اسلامی ایک اصولی اسلامی انقلابی جماعت ہے اور اس اجتماعیت میں شامل ہر رفیق ایک ایسی اینٹ کی مانند ہے جو اس کی پوری عمارت کو استحکام عطا کرتی ہے۔ لہٰذا اس کے ہر رفیق کی تعمیرِ سیرت اور کردار سازی پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ اسی بات کا اظہار تنظیم اسلامی کی قراردادِ تاسیس میں یوں کیا گیا ہے:

’’آج ہم اللہ کا نام لے کر ایک ایسی اسلامی تنظیم کے قیام کا فیصلہ کرتے ہیں جو دین کی جانب سے عائد کردہ جملہ انفرادی و اجتماعی ذِمّہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے میں ہماری ممدو معاون ہو۔ ہمارے نزدیک دین کا اصل مخاطب فرد ہے۔ اُسی کی اخلاقی و روحانی تکمیل اور فلاح و نجات‘ دین کا اصل موضوع ہے‘ اور پیشِ نظر اجتماعیت اصلاً اسی لیے مطلوب ہے کہ وہ فرد کو اس کے نصب العین یعنی رضائے الٰہی کے حصول میں مدد دے۔ لہٰذا پیشِ نظر اجتماعیت کی نوعیت ایسی ہونی چاہیے کہ اُس میں فرد کی دینی اور اخلاقی تربیت کا کماحقہٗ لحاظ رکھا جائے اور اس امر کا خصوصی اہتمام کیا جائے کہ اس کے تمام شرکاء کے دینی جذبات کو جلا حاصل ہو‘ ان کے علم میں مسلسل اضافہ ہوتا رہے‘ ان کے عقائد کی تصحیح و تطہیر ہو‘ عبادات اور اتباعِ سنت سے اُن کا شغف اور ذوق و شوق بڑھتا چلا جائے‘ عملی زندگی میں حلال و حرام کے بارے میں اُن کی حس تیزتر اور اُن کا عمل زیادہ سے زیادہ مبنی بر تقویٰ ہوتا چلا جائے اور دین کی دعوت و اشاعت اور اس کی نصرت و اقامت کے لیے اُن کا جذبہ ترقی کرتا چلا جائے۔ ان تمام اُمور کے لیے ذہنی اور علمی رہنمائی کے ساتھ ساتھ عملی تربیت اور تاثیرِ صحبت کے اہتمام کی جانب خصوصی توجہ ناگزیر ہے۔ ’’ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ‘‘ کے مصداق، افراد جتنے تربیت یافتہ اور مضبوط ہوں گے، اتنی ہی مضبوط اور ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند یہ اجتماعیت ہوگی، جس کی ہر اینٹ خود بھی نہایت پختہ ہوگی اور بیک وقت دیگر اینٹوں سے بھی مضبوطی سے جڑی ہوئی ہوگی۔

اُسرہ: ایک انقلابی جماعت کی جملہ کارروائی اور جدوجہد میں نظم جماعت کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ ایسا نظم جو امیر جماعت سے لے کر ہر رفیق تک ریڑھ کی ہڈی کی مانند جڑا ہوتا ہے۔ اس نظم کے ذریعے ذِمّہ داران رفقاء کی فکری، نظریاتی، علمی، روحانی، عملی، اور دیگر پہلوؤں سے تربیت کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ یہ تربیتی عمل درس و تدریس اور ورکشاپ سے دعوتی میدانوں میں رہنمائی و مشق تک، اور انفرادی تعلق کے ذریعہ ذاتی اصلاح اور شخصی مشاورت (one-to-one counseling) تک مستقل بنیادوں پر جاری رہتا ہے۔ اس مقصد کے لیے تنظیم اسلامی میں نظم کی ہر سطح پر ’’اسرہ‘‘ کا ایک بھرپور اور مربوط نظام تشکیل دیا گیا ہے۔ جہاں اُس سطح کی ضرورت کے مطابق مشاورت، تربیت، فیصلہ سازی اور اقدامات کیے جاتے ہیں۔ اس نظم کی بلند ترین سطح پر مرکزی اسرہ ہے جو امیر محترم کے تحت ان کے معاونین پر مشتمل ہے۔ اسی طرح نائب ناظم اعلیٰ، امیر حلقہ، مقامی امیر اور سب سے بنیادی سطح پر نقیب اور اس کے رفقاء پر مشتمل اسرہ قائم کیا جاتا ہے، جس کی صحت اور کارگردگی پوری تنظیم پر اثر انداز ہوتی ہے۔

اسرہ درحقیقت دین کی دعوت و اقامت کی جدوجہد میں رفقاء کی تربیت اور تیاری کا مرکزِ ثقل ہے۔ یہ ایک ایسا غیر معمولی پلیٹ فارم ہے جہاں ساتھی نہ صرف دینی شعور اور عملی نظم حاصل کرتے ہیں بلکہ ان کی ذہنی و جسمانی توانائیاں اور دلی محبتیں بھی ایک ہی محور پر مرکوز ہو جاتی ہیں۔ مزید برآں، اسرہ اپنے ہر رکن کے لیے ایک مضبوط زرہ (Armor) کی مانند ہے۔ اس کے ذریعے رفقاء میں واقفیت، باہمی سمجھ بوجھ اور یکجہتی کا احساس پروان چڑھتا ہے۔ اور رفقاء کو رحماء بینھم کے عملی مظہر کے طور پر ایک مربوط رشتے میں پرو دیتا ہے، جو نہ صرف اللہ سے محبت کرتے ہیں، بلکہ اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے بھی محبت کرتے ہیں، چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت کے بھی مستحق بن جاتے ہیں۔ یُحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗٓ (المائدۃ: 54) جن سے وہ (خود) محبت فرماتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔

لفظ اُسرہ کے لغوی معنی خاندان کے ہیں۔ یہ کسی شخص کے خاندان، قبیلہ یا ایسے افراد کے مجموعہ پر بولا جاتا ہے جو قرابت داری یا نسب کے رشتے میں جڑے ہوں۔ گویا انسانوں کا ایک ایسا گروہ جس میں کوئی قدر مشترک ہو۔ ’’اَسر‘‘ سے اس کے معنی قوت کے نکلتے ہیں۔ اس اعتبار سے بھی مفہوم قریب قریب وہی بنتا ہے۔ کیونکہ انسان کے اہلِ خانہ، اعزاء و اقرباء اور اس کی اجتماعیت ہی اس کے لئے قوت کے حصول کا اولین ذریعہ اور نمایاں مظہر ہوا کرتے ہیں۔ خاندان نظامِ حیات کی بنیادی اکائی ہے۔ قرآن و حدیث میں بار بار اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ خاندان کو مضبوط رکھا جائے، اس کی حفاظت کی جائے اور اس کی تربیت و نشوونما پر توجہ دی جائے۔ اسلام خاندان کے افراد کو اعلیٰ اقدار اور عمدہ اخلاق کی طرف رہنمائی کرتا ہے، آپس کے تعلقات کو مضبوط بنانے کی تاکید کرتا ہے، اور اخوت و بھائی چارگی کے تصور کو نظریاتی سوچ سے عملی حقیقت بنا دیتا ہے۔ پھر یہی مضبوط خاندان ہی بہترین اور صالح معاشرہ کی بنیاد بنتا ہے۔

نقیب: لغوی طور پر ’’نقیب‘‘ مادہ ’’ن ق ب‘‘ سے ماخوذ ہے اس سے لفظ نقب آتا ہے جس کے معنی بڑے سوراخ کے ہیں؛ نقب لگانا یعنی کھودنا، اندر تک جانا، اور فعیل کے وزن پر نقیب بنتا ہے یعنی کسی چیز کی تہہ تک جانے والا۔ اصطلاح میں ’’نقیب‘‘ سے مراد کسی قوم کا نمائندہ یا سردار کے ہیں اور اس سے خبر گیر، نمائندہ، کفیل اور نگراں کے مفہوم میں آتا ہے۔ گویا نقیب وہ شخص ہوتا ہے جو اپنی قوم کی طرف سے گواہ، ضامن اور نمائندہ ہو۔ جو کسی گروہ کے اندرونی حالات و معاملات کی نگرانی کرے، ان کے احوال و امور پر نظر رکھتا ہو اور ان کے خیالات و معاملات سے مطلع رہتا ہو۔ ادبی و تاریخی مآخذات سے معلوم ہوتا ہے کہ قبل از اسلام عرب معاشرہ قبائلی اور قافلائی تھا اور مخصوص معاملات کے لیے نمائندے یا نگران مقرر کرنا معمول تھا۔ یہی سماجی ضرورت نقیب جیسے عہدوں کو جنم دیتی ہے۔ نقیب کا عہدہ قبیلے کی ساخت اور ضرورت کے مطابق مختلف عملی ذِمّہ داریوں کے لیے استعمال ہوتا تھا۔

مثلاً: نمائندگی، ثالث، قافلے کی قیادت یا معاہدات کی نگرانی، وغیرہ۔ نقیب کا لفظ قرآن حکیم میں انہی معنوں میں آیا ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل کے بارہ قبائل کے لیے بارہ نقیب مقرر کیے جانے کا ذکر ہے: ﴿وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا﴾ (المائدۃ:12) ”اور ہم نے ان میں سے بارہ نقیب مقرر کیے۔“

علاوہ ازیں، نقیب کی اصطلاح ہمیں سیرت محمد ﷺ کے واقعہ سے بھی ملتی ہے جب بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر مدینہ سے آئے ہوئے مسلمانوں کے لیے آپ ﷺ نے بارہ نقباء مقرر فرمائے تھے۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ: ”تم اپنی قوم کے ذِمّہ دار (کفیل) ہو جیسے عیسیٰ بن مریمؑ کے حواری ان کے ذِمّہ دار تھے اور میں اپنی قوم پر ضامن ہوں۔“ پس یہ بارہ نقباء بھی اپنی قوم کے مؤمن افراد کے ضامن تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں اس سے آگے بڑھ کر داعی و مربی کا کردار بھی دیا۔ لہٰذا جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے، تو انصار پہلے ہی ان نقباء کے ذریعے اسلام کی بنیادی تعلیمات سے مانوس ہو چکے تھے۔ بعدازاں جب مدینہ میں صحابہ کرام ؓ مختلف ذمہ داریوں پر فائز ہوئے، تو اس وقت بھی نقباء کا کردار دعوتی و تربیتی نمائندگی کی صورت میں جاری رہا۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ شروع میں یہ نظام ابتدائی تنظیمی ڈھانچے کے طور پر رہا، جو بعد میں اسلامی ریاست کے وسیع تر نظم میں ضم ہو گیا۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ بیعت عقبہ ثانیہ محض ایک تاریخی واقعہ نہیں بلکہ مدینہ میں ایک انقلابی تحریک کا نقطۂ آغاز تھا۔ اس کے نتیجہ میں نہ صرف اسلامی ریاست کی بنیاد پڑی، بلکہ دنیا بھر میں اسلام کے تبلیغ و غلبے کی راہ بھی ہموار ہوئی۔ نقیب کی نمائندگی میں بیشتر حساس معاملات میں بھی کام لیا گیا، جس میں غزوۂ بدر کے بعد قیدیوں کی تقسیم، غزوۂ احد کے بعد زخمیوں کی دیکھ بھال، غزوۂ تبوک کی حاضری اور تیاری، غزوۂ احزاب میں خندق کی کھدائی اور صلح حدیبیہ پر عملدرآمد، یہاں تک کہ معرکۂ موتہ کے موقع پر حضور اکرم ﷺ کی ہدایات پر لشکر کے مختلف حصوں کی کمان نقباء کے سپرد کیا جانا شامل ہیں۔

عہد نبوی ﷺ کے بعد بھی نقیب کا منصب کبھی دعوتی و تربیتی نمائندہ، کبھی اہل بیت کے نسب کے سرکاری نگران، اور کبھی تصوف کے سلسلوں میں مربی کے طور پر برقرار رہا۔ آج تنظیم اسلامی میں رائج اسراجات اور نقباء کا نظام اسی مبارک سنت کی ایک صورت ہے اور ہمارے لئے موقع ہے کہ بیعت عقبہ کی یاد کو تازہ رکھیں اور اپنی زندگیوں کو اسی جذبۂ ایمانی اور عزمِ مصمم سے منور کریں۔

نقیب اسرہ: تنظیم اسلامی کے تنظیمی ڈھانچے میں سب سے بنیادی اور فیصلہ کن ذِمّہ داری نقیبِ اسرہ کی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ نقباء کے مناسب حد تک فعال اور متحرک ہونے پر ہی تنظیم اسلامی کی پیش رفت کا اصل انحصار اور دارومدار ہے۔ نظم میں نقیب اسرہ اپنے رفقاء کے لیے ”امیر“ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس طرح تنظیم کو زمینی سطح (Ground Level) پر ایک مخلص اور پُرعزم قیادت میسر آتی ہے۔ یہ ایک ایسی ذِمّہ داری ہے جو تربیت و رہنمائی، اطلاعات و رابطہ اور قیادت و انتظام کو یکجا کر دیتی ہے۔ نقیب اپنے رفقاء کے انفرادی احوال، ایمانی کیفیت اور عمل کی نگرانی کرتا ہے اور نظم بالا کو ان احوال سے باخبر رکھتا ہے۔ تربیت کا جوہر اس وقت جلوہ گر ہوتا ہے جب نقیب اپنے عمل سے نمونہ قائم کرتا ہے۔ وہ نظم کی ہدایات اور دینی سرگرمیوں میں سب سے پہلے خود کو پیش کرتا ہے تاکہ رفقاء کے لیے عملی مثال اور روشن مینار بن جائے۔

ایک نقیب کے پاس ”اسرے کی مجموعی ترقی“ اور ”رفقاء کی انفرادی نشوونما“ دونوں کے لیے واضح وژن ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ نقیب اسرہ دیگر رفقاء سے زیادہ تجربہ کار یا زیادہ علم و ہنر والا ہی ہو، بلکہ ضروری یہ ہے کہ وہ ان کے مزاج اور ضروریات کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ ہر رفیق کی شخصیت کا مطالعہ کرنا اور یہ جائزہ لیتے رہنا کہ کس رفیق میں کون سی خصوصیات کو فروغ دینا ضروری ہے اور کن مسائل کو حل کرنا ضروری ہے، نقیب کے اولین کاموں میں سے ہے۔ اسرہ کے رفقاء مختلف مزاج اور متنوع صلاحیتوں کے حامل ہوتے ہیں، اور یہی تنوع اس اسرہ کی اصل خوبی اور حسن بن سکتا ہے۔ نقیب کا کام رفقاء کے مزاج کو بدلنا یا سب کو ایک جیسا بنانا نہیں ہے، بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ راہِ حق میں مختلف مزاج، صلاحیتیں اور خوبیاں رکھنے والے ساتھیوں کی ضرورت ہے۔ وہ رفقاء کے مزاج کو دینی رہنمائی کے تابع لانے کی تربیت کرتا ہے اور سب کو ایک ہی فکر، نظریہ، مقصد اور سمت پر جوڑتا ہے۔

نقیب اُسرہ رفقاء کے دلوں کو آپس میں جوڑنے میں مدد دیتا ہے۔ اسرہ میں ایسا ماحول قائم کرتا ہے کہ رفقاء ایک دوسرے کو پہچانیں، اپنائیں، ایک دوسرے کی خوبیوں سے فائدہ اٹھائیں اور کمیوں کو دور کرنے کے لیے باہمی سہارا بنیں۔ وہ حقیقی بھائی چارے، اعتماد، وفاداری اور وابستگی کی فضا قائم رکھتا ہے، اور اس امر کو یقینی بناتا ہے کہ رفقاء کے تعلقات کی پاکیزگی منفی اثرات سے محفوظ رہے۔ یہاں تک کہ وہ اس درجے کے قریبی دوست بن جائیں جن کے مابین روزانہ کا رابطہ ہو، جو ایک دوسرے کی مصروفیات سے آگاہ رہیں، اور قرآن کے فرمان ”يُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ ...“ (الحشر:9) کے مصداق اپنی حاجت پر دوسرے کی ضرورت کو مقدم رکھیں۔ وہ دوسرے کی غیر موجودگی میں بھی اس کی حفاظت کا اہتمام کریں اور کم از کم کے درجہ میں دوسرے کے لیے خلوص کے ساتھ دعا کرتے رہیں۔ غیر رسمی ملاقاتوں میں اپنے گھر والوں کو بھی شریک رکھنے سے مزید خوبصورت ماحول پیدا ہوتا ہے، کہ جب اسرہ کے رفقاء اور ان کے اہلِ خانہ کے درمیان تعلقات کے ذریعے دینی فضا قائم ہو، اور اسرہ کے رفقاء اور ان کے گھرانوں کی ترجیحات میں ہم آہنگی پیدا ہو جائے۔ یوں گھر کے افراد بھی دین کی خدمت میں شامل ہو کر اجتماعیت کو مزید مضبوط بنا دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ کیفیت یکایک پیدا نہیں ہوتی، بلکہ وقت اور محنت سے فروغ پاتی ہے۔ نقیب اپنی فکر اور توانائیاں اس بات پر صرف کرتا ہے کہ رفقاء کس طرح ایک مضبوط بندھن میں جڑ سکیں۔

نقیب اسرہ کے کردار کا ایک لازمی پہلو ذاتی ذِمّہ داری کا شعور بیدار کرنا ہے۔ ایک انقلابی کارکن کسی ذِمّہ داری سے گریز نہیں کرتا، بلکہ اسے اللہ کی طرف سے عائد کردہ فریضہ اور سعادت سمجھ کر قبول کرتا ہے۔ چنانچہ نقیب رفقاء کی صلاحیتوں کو اس طرح پروان چڑھاتا ہے کہ وہ آئندہ تنظیم کے تحت مختلف ذِمّہ داریاں سنبھالنے کے قابل ہو جائیں۔ لہٰذا رفقاء کی ذاتی ترقی، تربیتی نصاب اور ان اہداف کے حصول کی پیش رفت مسلسل جاری رہتی ہے، جو اجتماعیت کے مشن کو آگے بڑھاتے ہیں۔ اولاً تو رفیق ہونا ہی اُسے ذِمّہ دار بنا دیتا ہے، کیونکہ اب اس کے سامنے ایک نصب العین، ایک مقصد اور ایک مشن ہوتا ہے۔ نقیب اس امر کو یقینی بناتا ہے کہ رفقاء اپنے نصب العین اور تنظیم اسلامی کے مقصد کو واضح طور پر سمجھیں، اور اس جدوجہد کو اتنا اہم جانیں کہ انسانیت کی بھلائی کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی خدمت نظر نہ آئے۔

نقیب اپنے رفقاء کو ہر قسم کے حالات کا سامنا کرنے کے لیے تیار کرتا ہے۔ وہ سکھاتا ہے کہ استقامت کے ساتھ درست راہ پر ڈٹے رہیں، ہر حال میں اللہ کے حکم پر عمل کریں اور جو چیز اُسے ناپسند ہو اُسے ترک کر دیں۔ وہ رفقاء کو سمجھاتا ہے کہ آزمائشیں، مصائب اور مشکلات انسان کی زندگی کا لازمی حصہ ہیں جو کبھی معمولی ہوتی ہیں اور کبھی شدید۔ مگر ہر مشکل دراصل صبر کا امتحان ہے۔ اس موقع پر ردِعمل وہی ہو جو رب کو پسند ہے اور یہ یقین ہو کہ اللہ دیکھ رہا ہے اور اس کے کاموں میں سراسر خیر ہے۔ صبر کا

کمال یہ ہے کہ انسان اپنے آپ اور اپنے تمام نتائج کو اللہ کے سپرد کر دے، اور دنیاوی سہاروں کے بجائے صرف اسی پر بھروسہ رکھے۔ جب انسان اس کیفیت میں اللہ ہی سے لو لگاتا ہے تو اس کا اپنے رب سے تعلق قائم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ پھر یہی تعلق آزمائش میں مٹھاس اور خوبصورتی پیدا کرتا ہے اور اسے ''صبرِ جمیل'' کی صورت عطا کرتا ہے۔ مشکل کے بدلے میں اللہ سے تعلق کا بلند مقام حاصل ہونا کسی عظیم انعام سے کم نہیں۔ یہ روحانی کیفیت انقلابی کارکن کو دین کے مشن پر استقامت، شرح صدر، سکون قلب اور یکسوئی عطا کرتی ہے۔

اجتماع اسرہ: نقیب کے فرائض منصبی کا تقاضا ہے کہ وہ انفرادی اور غیر رسمی ملاقاتوں کے ساتھ ساتھ رفقاء کو یکجا کر کے ایک مجلس میں بٹھائے، تاکہ باہمی ملاقات، مشاورت، تذکیر و تربیت، تجربات کا تبادلہ، اہداف کا جائزہ اور آئندہ امور کی منصوبہ بندی مؤثر انداز میں ہو سکے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے تنظیم اسلامی کے نظام العمل میں ''اجتماع اُسرہ'' کو ایک اہم اور بنیادی پلیٹ فارم کی حیثیت دی گئی ہے۔ اجتماع اسرہ وہ ذریعہ ہے جو ایک چھوٹے گروہ کو فعال اور مؤثر ٹیم میں بدل دیتا ہے۔ اجتماع اسرہ قرآنی ہدایت ''﴿ كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ ﴾ (۱۱۹) (التوبہ) کی عملی تصویر ہے جو ہمیں دارِ ارقم کی یاد دلاتا ہے جہاں اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام ؓ باقاعدگی سے جمع ہوا کرتے تھے۔ یہ ایک ایسا تربیتی و دعوتی پلیٹ فارم ہے جو ہر فرد کو اپنی کمزوریوں پر قابو پانے اور صلاحیتوں کو نکھارنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ لفظ ''اُسرہ'' اور ''اجتماع اُسرہ'' میں فرق ہے۔ رفقاء عام طور پر اجتماع اُسرہ کے لیے بھی صرف ''اُسرہ'' کا لفظ استعمال کر لیتے ہیں، جس سے ذہنوں میں اُسرہ کا تصور محدود ہو جاتا ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ رفقاء ہمیشہ اس اجتماع کو اس کے اصل نام ''اجتماع اُسرہ'' سے پکاریں، تاکہ اُسرہ کے وسیع تصور کو برقرار رکھا جا سکے۔ نقیب اجتماع اُسرہ سے پہلے اس کی بھرپور تیاری کرتا ہے، اور اس کا یہ شوق وجذبہ رفقاء کے دلوں میں اجتماع کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ اُسرہ کے رفقاء بھی ہر ملاقات اور اجتماع سے قبل روحانی، جسمانی اور ذہنی طور پر خود کو تیار کرتے ہیں۔ تربیتی و دعوتی امور اور مشاورت میں فعال حصہ لیتے ہیں، اور جب کوئی فیصلہ طے پاتا ہے تو اس پر دل و جان سے عمل کرتے ہیں۔ وہ اجتماع اسرہ میں شرکت اور باہم ملاقات کو اقامتِ دین کے مشن کی تیاری کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اجتماع میں رفقاء کی حاضری و شرکت ان کی تنظیم کے امیر سے ایفائے عہد کی علامت ہے۔ لہٰذا وہ اپنی روزمرہ زندگی میں اسے اولین ترجیح دیتے ہیں اور اس میں شرکت کو کسی بڑے ادارے کے انٹرویو یا ممکنہ گاہک سے ملاقات سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ اجتماع اسرہ کا ایک بنیادی غرض یہ ہے کہ اسرے کی دعوتی سرگرمیوں کا مسلسل جائزہ لیا جائے کیونکہ دعوتِ دین کسی بھی انقلابی جماعت کا اولین اور مستقل کرنے کا کام ہے۔ اگر دعوت کا کام نہیں ہو رہا تو وہ اسرہ مؤثر نہیں ہے اور اگر کوئی رفیق دعوت کے میدان میں کسی درجے بھی سرگرم نہیں ہے تو حقیقی معنوں میں وہ غیر فعال ہے۔ اس کے برعکس جتنی زیادہ دعوتی سرگرمیاں ہوں گی، اور جتنا زیادہ رفقاء سنجیدگی اور مستقل مزاجی سے کام کریں گے تو اتنا ہی ناگزیر ہو جائے گا کہ انہیں بلایا جائے، ساتھ بٹھایا جائے اور مشورہ کیا جائے۔ یوں اجتماع اسرہ کا انعقاد خود بخود ایک اسرہ کی ضرورت بن جائے گا۔ چنانچہ رفقاء کے انفرادی احباب سے رابطہ و دعوت، انہیں مرحلہ وار آگے بڑھانے، اسرے کے تحت ہونے والے حلقہ قرآنی کے تسلسل، نصاب، محلہ میں گشت اور حاضری کی کیفیت کا گاہے بگاہے جائزہ لینا اور بہتری کے لیے صلاح و مشورہ کرنا اجتماع اسرہ کا لازمی تقاضا ہے۔

حاصل: نقیب کا کردار صرف اجتماع اسرہ کی قیادت تک محدود نہیں ہوتا، بلکہ وہ شعوری طور پر اس بات کا اہتمام کرتا ہے کہ اجتماع اسرہ کا انعقاد ہی اسرے کا واحد مقصد نہ رہ جائے۔ اس سلسلے میں رفقاء کا شخصی جائزہ لینا نقیب کی اہم ذمہ داریوں میں سے ایک ہے۔ اس کے ذریعہ وہ اپنے رفقاء کی صلاحیتوں اور کمزوریوں کو پہچانتا ہے اور خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ ان کی اصلاح و ترقی کے لیے پُرخلوص رہنمائی اور مشورہ فراہم کرتا ہے۔ نقیب رفقاء کو فعال رکھنے کے لیے ان کے درمیان ذمہ داریاں تقسیم کرتا ہے اور انہیں چھوٹے بڑے کام تفویض کرتا رہتا ہے۔ ہر رفیق کے لیے کم از کم ایک حبیب، ایک حلقہ قرآنی، ایک مسجد، اور اس جیسے مزید اہداف مقرر کرتا ہے، پھر وقتاً فوقتاً ان کا جائزہ لیتا ہے اور ان کی معاونت کرتا ہے۔ اللہ کی راہ میں مال کا انفاق ہو یا وقت و جان کی قربانی کا موقع ہو، نقیب اپنے نظمِ بالا کی پکار پر فوراً لبیک کہتا ہے اور اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ اسرہ کے رفقاء اس میں اپنا حصہ ڈالنے سے محروم نہ رہیں۔ نقیب کی کامیابی اسی میں مضمر ہے کہ رفقاء کے ساتھ رابطے اور اعتماد کی فضا قائم ہو، اور انہیں یہ یقین دل میں جاگزیں ہو جائے کہ نقیب ہی ان کا قریب ترین ساتھی اور خیر خواہ ہے۔ یہی وہ روحانی رشتہ ہے جو نقیب اور رفقاء کے درمیان قائم ہونا چاہیے، تاکہ ان کی جدوجہد اللہ کی محبت کا ذریعہ بن جائے۔ آپ ﷺ نے ایک حدیث قدسی میں بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِينَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ))

(موطا امام مالکؒ) ''میری محبت ان پر واجب ہے جو میری رضا کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں، جو میری رضا کے لیے بیٹھتے ہیں، جو میری رضا کے لیے ایک دوسرے سے ملتے ہیں، اور جو میری رضا کے لیے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔''

تنظیم اسلامی کے رفقاء کو یہ بات ہر دم تازہ رکھنی چاہیے کہ ہم درحقیقت اللہ کے رسول ﷺ کے مشن کے شریک اور مددگار ہیں، بالکل ویسے ہی جیسے صحابہ کرام ؓ تھے۔ بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر حضرت عباس ؓ نے انصار مدینہ کو یہ حقیقت باور کرائی کہ حضور ﷺ کو مدینہ میں جگہ دینا دراصل سارے عرب سے جنگ کا اعلان ہے۔ اگر تم ان کا دفاع اپنی جان و مال قربان کر کے کر سکتے ہو تو آگے بڑھو، ورنہ وہ اپنے خاندان میں محفوظ ہیں۔ ایسے فیصلہ کن لمحے میں انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو اپنی جانوں پر ترجیح دی۔ انہوں نے یہ عظیم سودا قبول کیا کہ چاہے ان کا سب کچھ قربان ہو جائے، لیکن اگر رسول اللہ ﷺ انہیں مل جائیں اور وہ آپ ﷺ کے مشن میں اپنی زندگیاں کھپا دیں تو یہ کسی بھی سعادت سے کم نہیں۔ جب قرآن نازل ہو رہا تھا تو صحابہ کرام ؓ اس کی آیات میں اپنی تصویر دیکھتے تھے، اپنے قلوب و اذہان کا جائزہ لیتے تھے اور اسی کے مطابق اپنے اعمال کی اصلاح کرتے تھے۔

آج بھی ہمیں وہی طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔ قرآن کی آیات کو دل میں اتارنا ہوگا اور ان میں خود کو اس انقلابی کارکن کی حیثیت میں تلاش کرنا ہوگا کہ جو اللہ کے رسول ﷺ کے مشن میں کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کرے۔ ہمیں اپنی زندگی میں ایسے ہی انقلاب کی ضرورت ہے۔ ❁

ضرورت رشتہ

☆ کراچی میں رہائش پذیر، رفیق تنظیم، عمر 23 سال، قد 5 فٹ 6 انچ تعلیم بی ای میکینیکل نجی انجینئرنگ فرم میں ملازم کے لیے دینی مزاج کی حامل تعلیم یافتہ، عمر 23 سال یا اس سے کم عمر لڑکی کا رشتہ مطلوب ہے۔

برائے رابطہ: 0327-2066500

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کرلیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

حصہ اوّل

اُمت محمدیؐ کا مشن، منصب، تقاضے اور مستقبل

تحریر: ڈاکٹر یوسف قرضاویؒ

ترجمہ: ارشاد الرحمٰن

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دین اسلام کے ذریعے عزت وتکریم بخشی ہے۔ یہ دین اُن کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا بیان ہے: ﴿اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ؕ﴾ (المائدہ:3) ”آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔“

اس نعمت کی تکمیل اللہ تعالیٰ نے یوں فرمائی کہ اپنے بہترین رسول حضرت محمد ﷺ کو اس دین کے ساتھ مبعوث فرمایا، اپنی بہترین کتاب قرآن مجید کو اس دین کی کتاب کے طور پر نازل فرمایا اور ہمیں یہ چیزیں عطا کر کے اُمتِ وسط بنایا تاکہ ہم انسانیت کے سامنے شہادتِ حق کا فریضہ انجام دیں۔

جنابِ محمد مصطفیٰ ﷺ نے جس طرح انسانیت کے لیے کتابِ الٰہی قرآن مجید اور عالم گیر رسالتِ رحمت چھوڑی ہے، ان کے ساتھ انسانیت کو اُمت بھی وراثت میں دی ہے۔ وہ اُمت جو اس رسالت پر ایمان، اس کے احکام کے نفاذ اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینے کی بنیاد پر تشکیل پاتی ہے۔

یہ اُمت اپنے بہترین گروہ سے شروع ہوئی، بلکہ انسانی تاریخ کے بہترین گروہ سے اس کی ابتدا ہوئی، یعنی اصحابِ رسولؐ کا گروہ! یہ قرآنی اور ربانی گروہ جس نے حضرت محمد ﷺ کے مدرسۂ نبوت میں تربیت حاصل کی۔ انھیں آپؐ کے ہاتھ سے سندِ فضیلت عطا ہوئی۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی صفت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

”جو لوگ اس (نبی) پر ایمان لائے، اور اس کی حمایت ونصرت کی اور اس روشنی کی پیروی اختیار کی جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے، وہی فلاح پانے والے ہیں۔“ (الاعراف:157)

یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سچے مومن کے نام سے یاد کیا ہے، فرمایا:

”جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جدوجہد کی اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی وہی سچے مومن ہیں۔ ان کے لیے خطاؤں سے درگزر ہے اور بہترین رزق ہے۔“ (الانفال:74)

اس گروہ کے اولین لوگوں کی تعریف وتوصیف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَالسّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ مِنَ الۡمُهٰجِرِيۡنَ وَالۡاَنۡصَارِ وَالَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُمۡ بِاِحۡسَانٍ ۙ رَّضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ﴾ (التوبہ:100) ”وہ مہاجر اور انصار جنہوں نے سب سے پہلے دعوتِ ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت کی، نیز وہ جو راست بازی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔“

نبی کریم ﷺ نے اسی گروہ کے بارے میں فرمایا ہے: ”بہترین لوگ میرے عہد کے ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے، پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے۔“ (بخاری ومسلم)

اُمتِ مسلمہ کی خصوصیات

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُمتِ مسلمہ کا پہلا گروہ ہیں۔ جس طرح ان کی خوبیاں، فضائل اور رفعتِ مقام کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں کیا ہے اسی طرح مجموعی طور پر اُمتِ مسلمہ کے چار اوصاف قرآن مجید نے بیان کیے ہیں:

1۔ ربانی اُمت:

یہ ایسی اُمت ہے جس کی تشکیل خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے، لہٰذا یہ ربانی اُمت ہے۔ گویا یہ اُمت ایک مخصوص سانچے میں ڈھال کر تیار کی گئی ہے جیسا کہ فرمایا گیا: ﴿كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمران:110) ”اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لیے میدان میں اُتارا گیا ہے۔“ گویا یہ ازخود اُمت نہیں بن گئی بلکہ اسے اُمت بنایا گیا ہے اور یہ صرف اپنے لیے نہیں بنی بلکہ انسانیت کے لیے بنائی گئی ہے۔ یہ انسانوں کو راہِ راست کی طرف لانے کے لیے، انسانوں کو روشنی بہم پہنچانے کے لیے، انسانوں کو نفع پہنچانے کے لیے بنائی گئی ہے اور اسے بنانے والا اللہ ہے۔

2۔ اُمتِ وسط:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنٰكُمۡ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ (البقرہ:143) ”اور اسی طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو اُمتِ وسط بنایا ہے۔“

یہ اُمت وسط ہے، لہٰذا یہ متوازن اُمت ہے۔ یہ یہودیوں کی طرح مادی پہلو سے غُلو (مبالغہ) کا شکار ہے نہ نصاریٰ کی طرح روحانی پہلو سے غُلو میں مبتلا ہے۔ یہود کی طرح یہ حرام میں اسراف کی مرتکب نہیں اور نصاریٰ کی طرح اس میں تنگی کا شکار نہیں۔ یہ فرد کے اُوپر کمیونسٹوں جیسی پابندیاں نہیں عائد کرتی اور نہ سرمایہ داری کی طرح اُسے پیس کر رکھ دیتی ہے۔

یہ ایک جامع توازن کی حامل اُمت ہے جس نے روحانیت ومادیت اور دین ودنیا کے درمیان توازن قائم کیا ہے۔ اس نے زمین کو آسمان سے ملایا ہے، روح اور مادے کا امتزاج پیدا کیا ہے، مخلوق کو خالق سے جوڑ دیا ہے، حقوق اور فرائض کے درمیان توازن پیدا کیا ہے۔ اس نے دو روشنیوں، وحی اور عقل کو یکجا کیا ہے۔ گویا یہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ اس اُمت نے اعتدال وتوازن کی تعلیم انسانیت کو دی ہے۔ عبادت اور معاملاتِ زندگی میں اعتدال قائم کرنے کی غرض سے فرمایا گیا کہ عبادت میں حد سے تجاوز نہ کیا جائے۔ آپؐ نے فرمایا: تم پر تمہارے بدن کا بھی حق ہے، تمہارے دل کا بھی حق ہے، تمہارے اہل کا بھی حق ہے، تم پر میل ملاقات کے لیے آنے والوں کا بھی حق ہے اور تمہارے رب کا بھی حق ہے۔ ہر ایک کو اُس کا حق ادا کرو۔ (بخاری ومسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ایک مثالی مسلمان کے لیے فرمایا: ایک وقت تمہارے دل کے لیے ہونا چاہیے اور ایک تمہارے رب کے لیے (ساعۃ وساعۃ)۔ ایک شخص نے آپؐ سے پوچھا: کیا اُونٹنی کا گھٹنا باندھنا چاہیے، یا اللہ پر توکل کر کے رہنے دیا جائے۔ آپؐ نے فرمایا: گھٹنا باندھو اور پھر توکل کرو (ترمذی)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرمایا کرتے تھے: اپنی دنیا کے لیے اس طرح کام کرو گویا تمہیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے اور اپنی آخرت کے لیے اس طرح عمل کرو گویا تمہیں کل مر جانا ہے، یعنی دنیا کی نسبت آخرت کے کاموں کو زیادہ تیزی سے انجام دیا جائے۔

حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر قیامت برپا ہو جائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کا ایک پودا ہو تو اگر وہ قیامت قائم ہونے سے پہلے

اس پودے کو لگا سکتا ہے تو ضرور لگا دے (احمد)۔ غور کیا جائے کہ قیامت برپا ہونے کے بعد تو کوئی بھی نہیں رہے گا جو اس پودے کا پھل کھائے، لہٰذا اُسے لگانے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ اس لیے کہ مسلمان زندگی کی آخری سانس تک کام کرتا، پیداوار بڑھاتا اور دوسروں کو کچھ عطا کرتا ہے کیونکہ وہ نیک کام کے ذریعے ہی اپنے رب کی عبادت کرتا ہے۔

3۔ خیرِ اُمت:

یہ اُمت خیر ہونے کے اعتبار سے دوسری اُمتوں سے ممتاز ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمران: 110) ''وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں اُتار لیا گیا ہے۔'' لیکن اس کا یہ خیر ہونا نسلی طور پر نہیں ہے، جیسا کہ یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ نسلی طور پر اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ قوم ہے۔ نہیں بلکہ اُمت مسلمہ اپنے اوصاف کی بنا پر خیر ہے اور جو بھی ان اوصاف کو اختیار کر لے وہ خیر کا متحمل ہو سکتا ہے، خواہ اس کا تعلق کسی بھی قوم اور کسی بھی رنگ سے ہو۔ خیر ہونے کے اوصاف یہ ہیں کہ ﴿تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ﴾ (آل عمران: 110) ''تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

اس بنا پر اُمت مسلمہ ممتاز ٹھہرتی ہے کہ یہ دعوت کی حامل اُمت ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے والی اُمت ہے، دنیا کی اصلاح کی علَم بردار اُمت ہے اور یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ یہ اللہ پر ایمان رکھتی ہے۔

4۔ اُمتِ واحدہ:

یہ اُمتِ واحدہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ﴿٩٢﴾﴾ (الانبیاء) ''یہ تمہاری اُمت حقیقت میں ایک ہی اُمت ہے اور میں تمہارا رب ہوں، لہٰذا تم میری عبادت کرو۔'' مزید ارشاد فرمایا: ﴿وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ ﴿٥٢﴾﴾ (المومنون) ''اور یہ تمہاری اُمت ایک ہی اُمت ہے اور میں تمہارا رب ہوں، لہٰذا مجھ سے ڈرو۔''

گویا یہ دونوں آیتیں اشارہ کرتی ہیں کہ اتحادِ اُمت کے بغیر نہ عبادت پوری ہوتی ہے، نہ تقویٰ مکمل ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ اسی طرح مومنوں کے ایک ہونے سے قائم ہوتی ہے جس طرح کلمے کے ایک ہونے سے وجود پاتی ہے۔ گویا جب معبودِ پاک ایک ہے تو عبادت گزاروں کو بھی ایک ہونا چاہیے، متفرق و منتشر نہیں۔

اُمت محمدیہ اپنے عقیدے و عبادات، قبلے و شریعت، اقدار و روایات، اسلوب و منہج اور مقصد میں مشترک ہونے کی بنا پر اُمتِ واحدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ﴾ (آل عمران: 103) ''سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقے میں نہ پڑو۔'' پھر فرمایا: ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٥﴾﴾ (آل عمران) ''کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور کھلی کھلی واضح ہدایات پانے کے بعد پھر اختلافات میں مبتلا ہوئے جنہوں نے یہ روش اختیار کی، وہ سخت سزا پائیں گے۔''

تیسرے مقام پر فرمایا: ﴿وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾ (الانفال: 46) ''اور آپس میں جھگڑو نہیں، ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔''

اسلام نے اس وحدت کو تین اساسی احکام میں مجسم کر دیا ہے: 1۔ وحدتِ مرجع 2۔ وحدتِ دار 3۔ وحدتِ قیادت۔

وحدتِ مرجع (شریعت):

وحدتِ مرجع کا مطلب یہ ہے کہ مشرق و مغرب میں موجود اُمتِ اسلامیہ پر فرض ہے کہ وہ شریعتِ اسلامیہ کو اپنا قانون اور ضابطہ مانیں۔ وہ شریعت جسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے دنیوی اور اُخروی مفادات کے حصول کے لیے مقرر کیا ہے۔ اسلامی شریعت مخلوق کی دینی، مالی، نسلی، جانی اور عقلی ضروریات کی محافظ ہے۔ یہ مشکلات کو دُور کرنے اور آسانیاں پیدا کرنے کی بنیاد پر قائم ہے۔ اس نے حاجتوں اور ضرورتوں کا پورا پورا خیال رکھا ہے۔ یہ انسانوں کے درمیان رحمت و عدل قائم کرنے جیسی بنیاد رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٨﴾﴾ (الجاثیہ) ''اے نبیؐ! ہم نے تم کو دین کے معاملے میں ایک صاف شاہراہ (شریعت) پر قائم کیا ہے، لہٰذا تم اس پر چلو اور اُن لوگوں کی خواہشات کا اتباع نہ کرو جو علم نہیں رکھتے۔''

یہ شریعت مسلمانوں کو متحد کرتی ہے انھیں منتشر نہیں کرتی۔ ان کے درمیان قرب پیدا کرتی ہے دُوری نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ۚ﴾ (الانعام: 153) ''اس کی ہدایت یہ ہے کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے، لہٰذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اُس کے راستے سے ہٹا کر تمہیں پراگندہ کر دیں گے۔''

وحدتِ دار (دارالاسلام):

وہ مختلف ممالک جہاں کی غالب اکثریت مسلمان ہو، اسلام ان علاقوں کو دارالاسلام قرار دیتا ہے۔ یاد رہے کہ اسلام نے لفظ دارالاسلام استعمال کیا ہے دیارالاسلام نہیں۔ اگرچہ یہ ممالک مختلف براعظموں میں واقع ہوں اسلام انھیں دارِ واحد قرار دیتا ہے۔ ان کے باشندے اپنے ہر جز کا دفاع مکمل یک جہتی کے ساتھ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر اہلِ علاقہ اپنے اُوپر حملہ آور دشمن کا راستہ نہیں روک سکتے تو اُن کے قریب ترین ہمسایہ علاقوں، پھر اُن علاقوں سے متصل علاقوں کے مسلمان باشندوں پر فرض ہے کہ وہ دارالاسلام کے ایک جز پر حملہ آور دشمن کا راستہ روکیں، اسے دشمن کے تسلط سے آزاد کرائیں اور مسلم جمعیت کا حصہ بنائیں۔ یہ جائز نہیں ہے کہ ارضِ اسلام کا کوئی حصہ کسی جگہ ایسا رہے جس کی حفاظت کرنے والے محافظ نہ ہوں، یا اسے آزاد کرانے والے لشکر موجود نہ ہوں۔

وحدتِ قیادت (خلافتِ اسلامیہ):

وحدتِ قیادت سے مراد سیاسی قیادت کی وحدت ہے جو خلافت کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ علماء کرام نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ امورِ دنیا انجام دینے اور دین کو قائم کرنے کے لیے تدبیر کرنا، نیابتِ رسولؐ ہے۔ خلافت محض شریعتِ اسلامیہ کے ذریعے حکمرانی کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ شریعتِ اسلامیہ کے ذریعے اُمتِ مسلمہ کی حکمرانی کا نام ہے۔ کسی چھوٹے یا بڑے خطے میں قائم اسلامی حکومت خلافتِ اسلامیہ کے مترادف نہ ہوگی۔

اُمتِ اسلامیہ 13 صدیاں اُمتِ واحدہ رہی ہے جس کی ایک حکومت تھی۔ قیادت بھی ایک تھی جو خلافتِ راشدہ، امویہ، عباسیہ، یا عثمانیہ کے نام سے معروف ہے۔ یہ سیاسی قیادت اس نظام کو قائم رکھنا اپنا فرض سمجھتی تھی۔ اس میں کوتاہی جائز نہیں تھی۔ بالآخر اس تاریخی قلعے کو گرا دیا گیا اور وحدتِ اُمت کو پارہ پارہ کر دیا گیا لیکن سیاسی قیادت کی اس وحدت کے ضائع ہو جانے کے باوجود اُمت قائم اور موجود ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے، کوئی وہم نہیں۔ یہ ایک دینی، تاریخی، جغرافیائی اور ثقافتی حقیقت ہے۔ اگر کوئی اس حقیقت کو ماننے سے انکار کرتا ہے تو وہ حج کے موسم میں اس حقیقت کا مشاہدہ کر لے، یا کسی ایسے موقع پر مسلمانوں

کے جذبات کو دیکھیے جب ان کے مقدسات پر کوئی کیچڑ اُچھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ ڈنمارک میں بنائے گئے خاکوں کا مسئلہ ابھی کل کی بات ہے۔ اسی طرح ہالینڈ میں قرآن پر بنائی گئی فلم، سوئٹزرلینڈ میں میناروں کی تعمیر کو روکنے کے لیے قرارداد کی منظوری، یا فلسطین میں مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے وحشیانہ مظالم جیسے واقعات پر اُمت کے جذبات کو دیکھا جاسکتا ہے۔

40 برس قبل یہودیوں نے مسجد اقصیٰ کے منبر پر جارحیت کی تو اُمتِ اسلامیہ زمین کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک متحرک ہوگئی اور انہدامِ خلافت کے بعد پہلی مرتبہ اس نے اپنی قیادت کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ مسجد اقصیٰ کی واگزاری کے لیے، چوٹی کی قیادت کی صورت میں جمع ہوں۔ اس کے نتیجے میں اسلامی کانفرنس تنظیم قائم ہوئی جو مقدور بھر کوشش کرتی ہے کہ اُمتِ اسلامیہ کی نمائندگی کر سکے۔ یہ تنظیم کمزور اور اس کا دائرۂ اثر محدود ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ تنظیم موثر ہو اور عالمِ اسلام کو درپیش مسائل کے سلسلے میں اپنا بھرپور کردار ادا کرے۔ اس وقت حالات بہت گمبھیر ہیں۔ اُمت ایران، عراق، لبنان، پاکستان، صومالیہ، یمن اور سوڈان میں باہمی قتل و غارت سے دوچار ہے۔

ہم نے علما کے تعاون سے عالمی اتحاد برائے علمائے مسلمین قائم کی ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم ایسے بڑے بڑے مسائل پر علمائے اُمت کو ایک نکتے پر جمع کریں جن مسائل کے بارے میں کلمۂ حق کہنے، اُمت کو اس کے فوائد و نقصانات سے آگاہ کرنے اور تفرقہ و آویزش سے بچانے کی ضرورت ہو۔ اس کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ تصادم، جنگ اور خون ریزی سے بچا جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اُمت کی قیادت و اس کے حکمران اللہ، رسول اور مومنوں کی خاطر ٹھوس موقف اپنائیں، اپنے اختلافات کو ترک کردیں، اپنے کردار کی اصلاح کریں اور حجۃ الوداع میں کی گئی رسول کریم ﷺ کی نصیحت پر کان دھریں کہ: ”میرے بعد کافرانہ کام نہ کرنے لگ جانا کہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو۔“ (بخاری ومسلم)

حکمرانوں میں سے صاحب وسائل اور اہل بصیرت آگے بڑھیں، اُمت کے دفاع کی غرض سے باہمی تعاون کا ماحول بیدار کریں۔ اُمت کی مشکلات دُور کرنے کی کوشش کریں، اس کے شیرازے کو مجتمع کریں اور اس کے تشخص کو بحال کرنے کے لیے اپنی ذمہ داری ادا کریں۔ (جاری ہے)

❁❁❁

پریس ریلیز 5 جون 2026ء

امریکی ایوانِ نمائندگان کے ایران جنگ کے خلاف قرارداد منظور کرنے کے باوجود ٹرمپ کے عزائم میں تبدیلی آنے کا امکان نہیں۔ امریکہ اور اسرائیل کے مابین مجوزہ مکمل عسکری اتحاد مستقبل میں ایک بڑی جنگ کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتا ہے۔ وزیرِاعظم پاکستان کا امریکی سفارت خانے میں تقریر کے دوران ٹرمپ کو ”مین آف پیس“ قرار دینا غلامی کی شرمناک انتہا ہے۔

شجاع الدین شیخ

امریکی ایوانِ نمائندگان کے ایران جنگ کے خلاف قرارداد منظور کرنے کے باوجود ٹرمپ کے عزائم میں تبدیلی آنے کا امکان نہیں۔ امریکہ اور اسرائیل کے مابین مجوزہ مکمل عسکری اتحاد مستقبل میں ایک بڑی جنگ کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتا ہے۔ وزیرِاعظم پاکستان کا امریکی سفارت خانے میں تقریر کے دوران ٹرمپ کو ”مین آف پیس“ قرار دینا غلامی کی شرمناک انتہا ہے۔ ان خیالات کا اظہار تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ ایران سے جنگ درحقیقت امریکہ کی نہیں بلکہ اسرائیل کی ہے اور ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل نے ٹرمپ کو اپنے اہداف حاصل کرنے کے لیے میدان میں اُتارا ہوا ہے۔ اسرائیل کو جنگ بندی اور خطے میں امن سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ اگرچہ امریکہ کے ایوانِ نمائندگان نے ٹرمپ اور اُس کے حامیوں کی جنگ کے خلاف ایک قرارداد منظور کی ہے، جس میں ریپبلکن پارٹی کے 4 اراکین نے بھی ٹرمپ سے بغاوت کا ثبوت دیا ہے اور میڈیا اسے ٹرمپ کے لیے ایک بڑا دھچکا قرار دے رہا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ٹرمپ انتظامیہ اپنے آقا اسرائیل کے اہداف کو پورا کرنے سے کسی صورت پیچھے ہٹنے والی نہیں۔ اس کی واضح مثال ٹرمپ کی نیتن یاہو کے ساتھ ٹیلی فون پر جھڑپ بلکہ گالیوں کے تبادلہ کے باوجود اسرائیل کا غزہ، مغربی کنارے اور لبنان پر حملے جاری رکھنا اور ٹرمپ انتظامیہ کا اسرائیل کے ساتھ ایک ایسے دفاعی معاہدے کو امریکی کانگرس میں پیش کرنا ہے جس کے تحت امریکہ اپنے فوجیوں کو اسرائیل کی سرزمین پر تعینات کرے گا اور وہاں جنگی ساز وسامان، ٹیکنالوجی و جاسوسی ذرائع اور فوجی اڈے بھی قائم کرے گا۔ گویا اسرائیل اور امریکہ یک جان بننے جارہے ہیں، جس کا واحد مقصد مشرقِ وسطیٰ، خلیج فارس اور دیگر مسلم ممالک جن میں پاکستان بھی شامل ہے کو نشانہ بنانا ہے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ ’گریٹر اسرائیل‘ کے ابلیسی منصوبے کے تناظر میں اگر یہ خطرناک ترین اتحاد قائم ہوجاتا ہے تو یہ دنیا کو ایک بڑی جنگ کی طرف دھکیل سکتا ہے۔ اسلام آباد میں امریکی سفارت خانے میں وزیرِاعظم پاکستان کی طرف سے امریکی آزادی کے 250 برس مکمل ہونے کے حوالے سے منعقدہ ایک تقریب سے خطاب کے دوران ٹرمپ کو ’مین آف پیس‘ قرار دینے پر تبصرہ کرتے ہوئے امیر تنظیم نے کہا کہ اگرچہ پاکستان کے قیام سے حکومتِ پاکستان اکثر و بیشتر امریکہ کی ڈکٹیشن قبول کرتی رہی ہے لیکن اس بیان نے شاید غلامی کے تمام ریکارڈ توڑ دیے ہیں۔ اُنھوں نے سوال اُٹھایا کہ کیا وزیرِاعظم پاکستان کو ٹرمپ کا دنیا میں فساد پھیلانا نظر نہیں آرہا؟ اُنھوں نے کہا کہ اس وقت مشرقِ وسطیٰ ایک فیصلہ کن موڑ پر کھڑا ہے اور ایران کے بعد اسرائیل کا اگلا نشانہ پاکستان ہوگا جس کے لیے وہ بھارت کو تیار کر رہا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان خوابِ غفلت سے جاگے اور طاغوتی قوتوں کے مذموم مقاصد کا صحیح ادراک کرتے ہوئے اُن سے نمٹنے کی پیش بندی کرے، جس کے لیے عسکری قوت کے ساتھ نظریاتی سطح پر پاکستان کو عدلِ اجتماعی کی بنیاد پر حقیقی اسلامی ریاست بنانا ناگزیر ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

سیاسی تنہائی سے نجات کا واحد راستہ: بحالیٔ اُمت

ڈاکٹر ضمیر اختر خان

آج کا عالمِ اسلام ایک ایسے نازک دوراہے پر کھڑا ہے جہاں اس کی سیاسی کمزوری، سفارتی تنہائی اور فکری انتشار پوری دنیا کے سامنے عیاں ہو چکا ہے۔ تعداد، وسائل اور جغرافیائی اہمیت کے باوجود مسلمان عالمی فیصلوں میں وہ اثر ورسوخ نہیں رکھتے جو ایک متحد اور باوقار اُمت کا حق ہوتا ہے۔ فلسطین سے کشمیر تک، شام سے سوڈان تک مسلمانوں کے مسائل بڑھتے جا رہے ہیں، مگر اُمت کا اجتماعی کردار کمزور دکھائی دیتا ہے۔ دشمن قوتیں مسلمانوں کی تقسیم سے فائدہ اُٹھا رہی ہیں جبکہ مسلم دنیا اندرونی اختلافات، فرقہ واریت اور وقتی سیاسی مفادات میں اُلجھی ہوئی ہے۔ ایسے حالات میں یہ سوال شدت سے ابھرتا ہے کہ آخر اس سیاسی تنہائی، عالمی بے وزنی اور مسلسل زوال سے نکلنے کا راستہ کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اس بحران کا واحد حل ''بحالی اُمت'' ہے۔ جب تک مسلمان اپنی اصل شناخت یعنی ایک اُمت ہونے کے شعور کی طرف واپس نہیں آئیں گے، نہ ان کی سیاسی قوت بحال ہو سکتی ہے اور نہ ہی عالمی سطح پر اُن کی عزت و وقار قائم ہو سکتا ہے۔

آج کی مسلم قیادت ایک عجیب تضاد کا شکار ہے۔ تعداد کے اعتبار سے دنیا کی دوسری بڑی قوت، قدرتی وسائل کے اعتبار سے مالا مال، جغرافیائی لحاظ سے انتہائی اہم اور نوجوان افرادی قوت رکھنے کے باوجود مسلم اُمت عالمی سیاست میں کمزور، منتشر اور تنہا دکھائی دیتی ہے۔ فلسطین جل رہا ہے، کشمیر سسک رہا ہے، شام و سوڈان خون میں نہا رہے ہیں، امریکہ جس طرح ایران پر چڑھ دوڑا ہے مگر مسلم دنیا کا اجتماعی ضمیر اور مشترکہ قوت کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ سوال یہ ہے کہ آخر اس سیاسی تنہائی، عالمی بے وزنی اور مسلسل ذلت سے نکلنے کا راستہ کیا ہے؟ اس کا جواب صرف ایک ہے: بحالی اُمت!

اسلام نے مسلمانوں کو محض ایک مذہبی گروہ نہیں بلکہ ایک عالمی اُمت قرار دیا ہے۔ قرآن مجید نے فرمایا: اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک ''اُمتِ وَسَط'' بنایا ہے تاکہ تم دُنیا کے لوگوں پر گواہ بنو اور رُسول تم پر گواہ ہیں۔ (البقرۃ:143)۔ اس آیت میں اُمتِ محمد ﷺ کی امامت کا اعلان ہے۔ یہ وہی منصب ہے جس پر پہلے بنی اسرائیل فائز تھے۔ اُن کی نااہلی کی وجہ سے اللہ نے انہیں دُنیا کی پیشوائی کے منصب سے باضابطہ معزول کیا اور اُمتِ محمدیہ کو اس پر فائز کر دیا۔ ''اُمتِ وَسَط'' سے مراد ایک ایسا اعلیٰ اور اشرف گروہ ہے، جو عدل و انصاف اور توسط کی روش پر قائم ہو، جو دنیا کی قوموں کے درمیان صدر کی حیثیت رکھتا ہو، جس کا تعلق سب کے ساتھ یکساں حق اور راستی کا تعلق ہو اور ناحق، ناروا تعلق کسی سے نہ ہو۔ یہ آیت مسلمانوں کو ایک عقیدے، ایک مقصد اور ایک اجتماعی تشخص میں پرو دیتی ہے۔ مگر افسوس کہ آج یہی اُمت قومیت، زبان، فرقہ واریت، سیاسی مفادات اور علاقائی تقسیموں میں بٹ چکی ہے۔ دشمن نے ہمیں طاقت سے کم اور ہماری تقسیم سے زیادہ کمزور کیا ہے۔

عالمی طاقتیں بخوبی جانتی ہیں کہ اگر مسلم دنیا ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئی تو دنیا کے سیاسی و معاشی توازن بدل جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی فرقہ واریت کو ہوا دی جاتی ہے، کبھی لسانی تعصبات کو، کبھی جمہوریت اور آمریت کی جنگ میں اُلجھایا جاتا ہے اور کبھی معیشت و میڈیا کے ذریعے ذہنی غلامی مسلط کی جاتی ہے۔ افسوس یہ ہے کہ ہم نے بھی اپنی اصل طاقت یعنی ''وحدتِ اُمت'' کو فراموش کر دیا۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب مسلمان ایک اُمت بن کر اُٹھے تو دنیا کی سپر طاقتیں اُن کے سامنے جھک گئیں۔ خلافتِ راشدہ سے لے کر خلافتِ عثمانیہ تک مسلمانوں نے صرف زمینیں فتح نہیں کیں بلکہ عدل، علم، تہذیب اور انسانیت کو فروغ دیا۔ بغداد، قرطبہ، غرناطہ اور استنبول علم و حکمت کے مراکز تھے۔ مسلمان دنیا کو روشنی دے رہے تھے کیونکہ اُن کے پاس صرف طاقت نہیں بلکہ ایک مشترکہ مقصد بھی تھا۔ لیکن جب اُمت کا شیرازہ بکھرا تو طاقت بھی چھن گئی اور وقار بھی۔ آج مسلم دنیا کو سب سے پہلے اپنی فکری اور سیاسی ترجیحات بدلنا ہوں گی۔ صرف احتجاج، بیانات اور وقتی اتحاد کافی نہیں۔ ہمیں ایک مستقل اور ''بحالی اُمت'' کی عملی تحریک شروع کرنا ہوگی۔ اس تحریک کی بنیاد چند اہم اصولوں پر ہونی چاہیے:

1۔ اتحادِ اُمت کو اولین ترجیح بنایا جائے: مسلمان ممالک اپنے باہمی اختلافات کو کم کریں اور مشترکہ مسائل پر متحدہ مؤقف اختیار کریں۔ فلسطین، کشمیر، اسلاموفوبیا، معاشی پابندیوں اور عالمی ناانصافیوں پر ایک مشترکہ آواز دنیا کو سنائی دینی چاہیے۔

2۔ علمی و فکری بیداری پیدا کی جائے: دنیا آج علم کے ذریعے حکمرانی کر رہی ہے۔ جب تک مسلم دنیا سائنس، ٹیکنالوجی، معیشت، میڈیا اور تحقیق میں آگے نہیں بڑھے گی، سیاسی آزادی ادھوری رہے گی۔ مدارس، جامعات اور تعلیمی اداروں کو ایسا نظام دینا ہوگا جو ایمان کے ساتھ جدید شعور بھی پیدا کرے۔

3۔ مشترکہ اسلامی معیشت کی بنیاد رکھی جائے: مسلم ممالک اگر تجارت، کرنسی، توانائی اور صنعت میں ایک دوسرے کے ساتھ حقیقی تعاون شروع کر دیں تو وہ عالمی معاشی دباؤ سے بڑی حد تک آزاد ہو سکتے ہیں۔ تیل پیدا کرنے والے ممالک، زرعی ممالک اور صنعتی صلاحیت رکھنے والے ممالک مل کر ایک مضبوط اقتصادی بلاک بنا سکتے ہیں۔

4۔ میڈیا اور بیانیے کی جنگ سمجھی جائے: آج جنگ صرف ہتھیاروں سے نہیں بلکہ میڈیا، فلم، سوشل میڈیا اور بیانیے سے بھی لڑی جا رہی ہے۔ مسلم دنیا کو اپنا مؤثر عالمی میڈیا بیانیہ تشکیل دینا ہوگا جو اسلام کی حقیقی تصویر دنیا کے سامنے پیش کرے۔

5۔ نوجوان نسل کو مقصد دیا جائے: اگر مسلم نوجوان صرف روزگار، تفریح اور ذاتی کامیابی تک محدود رہے تو اُمت کبھی بیدار نہیں ہو سکتی۔ نوجوانوں کو یہ شعور دینا ہوگا کہ وہ ایک عظیم اُمت کے وارث ہیں اور ان کی ذمہ داری صرف اپنی ذات نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے خیر اور عدل کا پیغام بننا ہے۔

آج پاکستان، ترکی، ملائیشیا، سعودی عرب، ایران، قطر اور دیگر مسلم ممالک پر یہ تاریخی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اُمت کے اتحاد کے لیے عملی اقدامات کریں۔ خصوصاً پاکستان، جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا، اسے

صرف ایک قومی ریاست کے بجائے عالمِ اسلام کے فکری اور سیاسی مرکز کا کردار ادا کرنا چاہیے۔ پاکستان کی سیاسی و عسکری قیادت اگر اخلاص اور حکمت کے ساتھ مسلم دنیا کو قریب لانے کی کوشش کرے تو یہ ایک نئی تاریخ کا آغاز ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ کام صرف حکمرانوں کا نہیں۔ علماء، اساتذہ، صحافی، دانشور، نوجوان، تاجر، سوشل میڈیا ایکٹیوسٹس اور عوام الناس سب کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ ہر شخص اپنے دائرۂ اثر میں اُمت کی وحدت، اسلامی شعور اور سیاسی بیداری کا پیغام عام کرے۔ کیونکہ انقلاب ہمیشہ چند بیدار ضمیروں سے شروع ہوتے ہیں۔

آج اگر ہم نے اپنی ذمہ داری نہ پہچانی تو سیاسی تنہائی مزید گہری ہوگی، عالمی طاقتیں مزید مسلط ہوں گی اور آنے والی نسلیں ہمیں معاف نہیں کریں گی۔ لیکن اگر مسلم اُمت نے قرآن کے پیغام کو تھام لیا، اپنے اختلافات کو پسِ پشت ڈال دیا اور ایک اُمت بننے کا فیصلہ کرلیا تو دنیا کا نقشہ بدل سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں نہ پڑو۔'' (آل عمران: 103)۔ یہی بحالیٔ اُمت کا راستہ ہے۔ یہی سیاسی تنہائی سے نجات کا راستہ ہے۔ اور یہی مسلمانوں کی عزت و وقار کی بحالی کا راستہ ہے۔

موجودہ عالمی حالات میں جبکہ مسلم اُمت سیاسی انتشار، سفارتی کمزوری اور عالمی دباؤ کا شکار ہے، پاکستان نے حالیہ دنوں میں جس حکمت، تدبر اور جرأت کا مظاہرہ کیا ہے، وہ پوری اُمتِ مسلمہ کے لیے امید کی ایک نئی کرن بن کر ابھرا ہے۔ خصوصاً ''بنیان مرصوص'' کی کامیابی اور عالمی سطح پر متوازن سفارت کاری نے یہ ثابت کیا ہے کہ اگر قیادت اخلاص، حکمت اور جرأتِ عمل کے ساتھ آگے بڑھے تو پاکستان نہ صرف اپنے قومی مفادات کا تحفظ کرسکتا ہے بلکہ پوری مسلم دنیا کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے میں بھی مرکزی کردار ادا کرسکتا ہے۔ آج وقت کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ پاکستان کی سیاسی و عسکری قیادت محض علاقائی کامیابیوں تک محدود نہ رہے بلکہ اُمتِ مسلمہ کی وحدت، بیداری اور اجتماعی قوت کی بحالی کے لیے ایک بھرپور اور منظم عالمی جدوجہد کا آغاز کرے۔ جس طرح حالیہ سفارتی کوششوں میں امریکہ اور ایران کے درمیان کشیدگی کم کرنے اور ثالثی کی راہیں تلاش کرنے کی کوششیں کی گئیں، اسی جذبے اور بصیرت کے ساتھ مسلم ممالک کے درمیان فاصلے کم کرنے، باہمی اعتماد بحال کرنے اور ایک مشترکہ اسلامی بلاک تشکیل دینے کی سنجیدہ مہم چلائی جائے۔

آج عالمِ اسلام کا سب سے بڑا المیہ یہ نہیں کہ اس کے پاس وسائل کم ہیں، بلکہ یہ ہے کہ اُس کے پاس اتحاد کمزور ہے۔ تیل، معدنیات، سمندری راستے، نوجوان افرادی قوت اور جغرافیائی اہمیت رکھنے کے باوجود مسلم دنیا عالمی فیصلوں میں مؤثر کردار ادا نہیں کر پا رہی۔ فلسطین، کشمیر، شام، سوڈان اور دیگر مسلم خطوں میں جاری مظالم اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ منتشر اُمت عالمی طاقتوں کے سامنے بے وزن ہوجاتی ہے۔ ایسے میں پاکستان، جو ایٹمی قوت بھی ہے اور عالمِ اسلام کے دل کی آواز بھی، اس پر یہ تاریخی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اُمت کے اتحاد کا علم بلند کرے۔ ہم پاکستان کی سیاسی قیادت، عسکری قیادت، سفارت کاروں، علماء، دانشوروں اور قومی اداروں سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ فوری طور پر ایک ہمہ گیر ''وحدتِ اُمت پالیسی'' تشکیل دیں، جس کے تحت مسلم ممالک کے مابین سیاسی، معاشی، دفاعی اور علمی تعاون کو نئی بنیادوں پر استوار کیا جائے۔ اسلامی تعاون تنظیم کو محض رسمی ادارہ بنانے کے بجائے اسے ایک فعال، بااختیار اور فیصلہ کن پلیٹ فارم بنایا جائے۔ پاکستان کو چاہیے کہ وہ ترکی، سعودی عرب، ایران، قطر، ملائیشیا اور دیگر اہم مسلم ممالک کے ساتھ مسلسل سفارتی رابطے بڑھا کر ایک مشترکہ اسلامی وژن تشکیل دے۔

یہ بھی وقت کی اہم ضرورت ہے کہ پاکستان اپنی نوجوان نسل، جامعات، میڈیا اور دینی اداروں میں اُمتِ مسلمہ کے اجتماعی شعور کو فروغ دے تاکہ قوم صرف قومی نہیں بلکہ اُمت کے وسیع تر مفاد کو بھی اپنی ذمہ داری سمجھے۔ اگر مغرب اپنے سیاسی و معاشی اتحاد کے ذریعے دنیا پر اثر انداز ہوسکتا ہے تو ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمان کیوں نہیں ایک مشترکہ لائحہ عمل اپنا سکتے؟ اللہ کا حکم ہے کہ ''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں نہ پڑو۔''

یہ آیت آج بھی مسلم دنیا کو اتحاد، اخوت اور اجتماعی قوت کا راستہ دکھا رہی ہے۔ پاکستان اگر اخلاص، حکمت اور جرأت کے ساتھ اس مشن کی قیادت کرے تو وہ نہ صرف اپنی داخلی قوت کو مضبوط بنا سکتا ہے بلکہ پوری امتِ مسلمہ کی امیدوں کا مرکز بھی بن سکتا ہے۔ آج تاریخ پاکستان کی قیادت کو پکار رہی ہے کہ وہ وقتی سیاسی مفادات سے اوپر اُٹھ کر اُمتِ مسلمہ کے اجتماعی مستقبل کی فکر کرے۔

اگر پاکستان نے اس موقع کو پہچان لیا تو وہ صرف ایک ملک نہیں بلکہ عالمِ اسلام کی وحدت، عزت اور بیداری کی تحریک کا مرکز بن سکتا ہے۔ آج وقت کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ صرف حکومتیں ہی نہیں بلکہ پوری قوم، بلکہ پوری اُمتِ مسلمہ بیدار ہو۔ یہ معرکہ صرف ایوانوں، کانفرنسوں یا سفارتی میزوں تک محدود نہیں بلکہ یہ ہر اس شخص کی ذمہ داری ہے جو اپنے دل میں اسلام، اُمتِ مسلمہ اور آنے والی نسلوں کی عزت و آزادی کا درد رکھتا ہے۔ اگر مسلم دنیا کو سیاسی تنہائی، عالمی دباؤ اور فکری غلامی سے نکالنا ہے تو معاشرے کے ہر طبقے کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔

ہم پاکستان کے سیاست دانوں سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ وہ ذاتی مفادات، جماعتی لڑائیوں اور اقتدار کی کشمکش سے بلند ہوکر اُمتِ مسلمہ کے وسیع تر مفاد کو اپنی سیاست کا محور بنائیں۔ قومیں صرف نعروں سے نہیں بلکہ بڑے مقاصد سے زندہ رہتی ہیں۔ اگر سیاست صرف اقتدار کے حصول تک محدود رہے گی تو تاریخ کبھی معاف نہیں کرے گی۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان کی سیاسی قوتیں عالمِ اسلام کے اتحاد، مشترکہ دفاع، مشترکہ معیشت اور مشترکہ سفارت کاری کے لیے متفقہ قومی بیانیہ تشکیل دیں۔

ہم علمائے کرام، خطباء اور دینی راہنماؤں سے بھی دردمندانہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ مسلکی اختلافات سے اوپر اُٹھ کر اُمت کے اتحاد، شعور اور سیاسی بیداری کا پیغام عام کریں۔ محراب و منبر صرف عبادات کے مسائل تک محدود نہ رہیں بلکہ اُمت کے اجتماعی درد، فلسطین و کشمیر کے زخم، مسلم دنیا کی کمزوری اور اسلامی اخوت کی ضرورت کو بھی پوری قوت سے اجاگر کریں۔ آج اُمت کو ایسے علماء کی ضرورت ہے جو لوگوں کے دلوں میں اتحاد، غیرت، علم اور حکمت کی آگ روشن کریں۔

ہم اساتذہ، دانشوروں، صحافیوں، وکلاء، ڈاکٹرز، انجینئرز، تاجروں، سوشل میڈیا ایکٹیوسٹس اور زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے افراد سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ خاموش تماشائی نہ بنیں۔ ہر شخص اپنے دائرۂ اثر میں اُمت کے شعور کو بیدار کرے۔ قلم رکھنے والا قلم سے، زبان رکھنے والا زبان سے، دولت رکھنے والا اپنے وسائل سے، اور اثر و رسوخ رکھنے والا اپنی طاقت سے اس جدوجہد میں حصہ ڈالے۔ اگر باطل اپنی تہذیب، سیاست اور میڈیا کے ذریعے دنیا پر اثر انداز ہوسکتا ہے تو اہلِ ایمان کیوں منتشر اور خاموش رہیں؟

اور ہم عوام الناس سے بھی اپیل کرتے ہیں کہ وہ صرف حالات پر افسوس کرنے کے بجائے خود کو بدلنے اور قوم کو جگانے کا عزم کریں۔ اپنے گھروں، تعلیمی اداروں، مساجد، سوشل میڈیا پلیٹ فارمز اور سماجی حلقوں میں اُمّتِ مسلمہ کی وحدت، سیاسی شعور اور اسلامی بیداری کی بات کریں۔ نوجوان نسل کو مایوسی، بے راہ روی اور فکری غلامی سے نکال کر ایک عظیم مقصد دیں۔ کیونکہ تاریخ ہمیشہ انہی قوموں کو یاد رکھتی ہے جو اپنے وقت کے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے کھڑی ہو جائیں۔

آج اگر ہم نے اپنی ذِمّہ داری ادا نہ کی تو آنے والی نسلیں ہمیں معاف نہیں کریں گی۔ لیکن اگر ہم سب نے مل کر اپنے اپنے حصے کا چراغ جلا دیا تو یہی منتشر چنگاریاں ایک عظیم انقلاب کی روشنی بن سکتی ہیں۔ یہ وقت خواب دیکھنے کا نہیں، بیدار ہونے کا ہے۔ یہ وقت خاموش رہنے کا نہیں، کردار ادا کرنے کا ہے۔ یہ وقت تقسیم کا نہیں، اُمّت کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کا ہے۔ ایک بڑی مذہبی سیاسی جماعت کے قائد کے حالیہ بیان نے اُمّتِ مسلمہ کے اتحاد، مشترکہ دفاع اور اسلامی بلاک کے قیام کی ایک اہم امید پیدا کی ہے۔ جب وہ یہ کہتے ہیں کہ ''جمعیت کا منشور ہے کہ اسلامی بلاک وجود میں آئے'' اور ''یہ ایک ہونے کا وقت ہے''، تو یہ صرف ایک سیاسی بیان نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام کے درد کی ترجمانی ہے۔ اسی تناظر میں اُن سے دردمندانہ اور مخلصانہ اپیل ہے کہ وہ اس مؤقف کو عملی شکل دینے کے لیے آگے بڑھیں اور پاکستان کی تمام مذہبی و سیاسی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی تاریخی ذِمّہ داری ادا کریں۔ آج اُمّتِ مسلمہ کو محض تقاریر نہیں بلکہ ایک ایسی متحدہ تحریک کی ضرورت ہے جو فرقہ واریت، نفرت اور انتشار کے خاتمے کا ذریعہ بنے۔ یہ وقت ہے کہ تمام دینی و سیاسی جماعتیں اور تمام مکاتبِ فکر باہمی احترام کے ساتھ ایک قومی و اسلامی اتحاد تشکیل دیں۔ اگر فلسطین، کشمیر، غزہ اور عالمِ اسلام کے دیگر مسائل پر اُمّت کو ایک آواز بنانا ہے تو اس کی ابتدا پاکستان سے ہونی چاہیے۔

آج اُمّتِ مسلمہ شدید آزمائش سے گزر رہی ہے۔ ایسے میں اگر دینی و سیاسی قیادت اخلاص کے ساتھ متحد ہو جائے تو پاکستان عالمِ اسلام کے اتحاد کا مرکز بن سکتا ہے۔ تاریخ اُنہی قیادتوں کو یاد رکھتی ہے جو تقسیم نہیں بلکہ وحدت کا پرچم بلند کرتی ہیں۔ آج وقت کا تقاضا ہے کہ مسلم دنیا محض جذباتی نعروں اور وقتی احتجاج سے آگے بڑھے اور بحالیٔ اُمّت کو اپنی اجتماعی جدوجہد کا مرکز بنائے۔ اگر مسلمان اپنے اختلافات کو پس پشت ڈال کر قرآن و سنت کی بنیاد پر اتحاد، علم، عدل اور مشترکہ سیاسی شعور کو اپنا لیں تو کوئی طاقت انہیں دنیا میں باوقار مقام حاصل کرنے سے نہیں روک سکتی۔ سیاسی تنہائی کا اندھیرا صرف اُسی وقت ختم ہوگا جب اُمّت اپنے بکھرے ہوئے وجود کو دوبارہ ایک طاقت میں تبدیل کرے گی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حکمران، علماء، دانشور، نوجوان اور عوام الناس سب اپنے حصے کا کردار ادا کریں اور ایک ایسی فکری و عملی تحریک کا آغاز کریں جو مسلم دنیا کو دوبارہ عزت، استحکام اور قیادت کی منزل تک پہنچا دے۔ اگر آج ہم نے اس ذِمّہ داری کو محسوس کر لیا تو آنے والا کل مسلم اُمّت کی بیداری، اتحاد اور عالمی وقار کا نیا باب ثابت ہو سکتا ہے۔ ان شاء اللہ!

گوشۂ انسدادِ سود

پاکستان میں انسدادِ سود کی کوششوں کی تاریخ اور مستقبل کے امکانات

(گزشتہ سے پیوستہ)

موجودہ صورتحال

8) مشارکہ: اس اصول کے تحت بھی بہت ہی تھوڑی سرمایہ کاری کی گئی ہے۔ لیکن قوانین ایسے بنائے گئے ہیں کہ نہ تو بینک کو نقصان اُٹھانا پڑے اور نہ ہی اس کا منافع ایک خاص شرح سے نیچے آئے۔ جس سے یہ بھی سود ہی کے مشابہ ہو جاتا ہے۔

9) P.T.C (Participatory Term Certificate): یہ سرمایہ کاری طویل میعادی نفع و نقصان کی شراکتی بنیاد پر ایجاد کی گئی ہے۔ وہ کاروباری ادارے جو طویل مدتی قرضے حاصل کرنے کے خواہشمند ہوں وہ نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر PTC جاری کرتے ہیں۔ مختلف بینک اور DFIs ان PTCs کے عوض خواہشمند اداروں کو پہلے سے طے شدہ شرح منافع (profit ratio) پر قرضے جاری کرتے ہیں' جبکہ نقصان کی تقسیم اصل زر کی مقدار کے مطابق ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ اس طریقے میں بینکوں کے لیے بعض اندیشے (risk) تھے' لہٰذا 1989ء میں اسے ترک کر دیا گیا۔ P.T.C اگرچہ بعض جزئیات کے اعتبار سے غیر اسلامی معاملہ تھا' تاہم غیر سودی مالیات کے ضمن میں یقیناً پیش رفت تھی' جسے بعد ازاں TFC (Term Finance Certificates) سے تبدیل کر دیا گیا' جو صریحاً مارک اپ اور مرکب سود کی ایک شکل ہے۔ (جاری ہے)

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 1504 دن گزر چکے!

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(21 تا 3 جون 2026ء)

21 تا 30 مئی: حج کی سعادت کے حوالے سے مکہ مکرمہ میں قیام رہا۔ ایام حج میں مناسکِ حج کو ادا کرنے کے ساتھ ساتھ کئی احباب سے ملاقات، حجاجِ کرام کی تربیتی نشستوں میں گفتگو اور منیٰ میں خطاب جمعہ دینے کی سعادت ملی۔

جمعرات 21 مئی: مرکزی اسرہ کے اجلاس کی آن لائن صدارت کی۔

اتوار 31 مئی تا 3 جون: مدینہ منورہ حاضری ہوئی۔ کئی احباب سے ملاقات اور گفتگو کا موقع ملا اور ابھی مدینہ میں قیام جاری ہے۔

معمول کی مصروفیات: تنظیمی امور کے سلسلے میں نائب امیر صاحب سے مستقل رابطہ رہا۔

اخبارِ اسلام

غزہ: اصل صورتِ حال کیا ہے؟ (بشکریہ: فرینڈز آف فلسطین)

- غزہ کی پٹی گزشتہ سات سو سے زائد دنوں سے عملاً ایک محصور خطہ بنی ہوئی ہے جہاں لاکھوں فلسطینی اپنے گھروں، روزگار اور بنیادی انسانی حقوق سے محروم ہیں۔ قابض اسرائیل کی مسلسل جارحیت کے نتیجے میں خوراک، دودھ، ادویات اور صاف پانی تک رسائی نہایت محدود ہو گئی ہے، جبکہ ہسپتال، امدادی مراکز، ایمبولینسیں اور شہری دفاع کا عملہ بھی حملوں کی زد میں ہے۔ عید الاضحیٰ کے دنوں میں بھی بمباری کا سلسلہ جاری رہا جس کے نتیجے میں درجنوں فلسطینی شہید اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔ فلسطینی وزارتِ صحت کے مطابق شہداء کی مجموعی تعداد 72938 سے تجاوز کر چکی ہے جبکہ زخمیوں کی تعداد 172927 تک پہنچ گئی ہے۔ سیز فائر کے بعد بھی اسرائیلی خلاف ورزیوں کے نتیجے میں سینکڑوں فلسطینی شہید ہو چکے ہیں۔
- لبنانی وزارتِ صحت کے مطابق اسرائیلی جارحیت کے نتیجے میں شہداء کی تعداد 2618 اور زخمیوں کی تعداد 8094 تک پہنچ چکی ہے۔ حالیہ دنوں میں اسرائیلی جنگی طیاروں نے پچاس سے زائد فضائی حملے کیے جن میں متعدد قصبے اور شہری علاقے نشانہ بنے۔ نبطیہ گورنری کے قصبہ حبوش پر بمباری میں فلسطینی اور لبنانی شہری شہید و زخمی ہوئے، جبکہ حماس رہنما خلیل الحیہ کے چوتھے صاحبزادے عزام بھی اسرائیلی حملے میں شہید کر دیے گئے۔
- القسام بریگیڈز کے ممتاز کمانڈر عز الدین الحداد (ابو صہیب)، جنہیں اسرائیلی ذرائع ”قسام کا بھوت“ کہتے تھے، اپنی اہلیہ اور بیٹی سمیت شہید کر دیے گئے ہیں۔ وہ حماس کے عسکری ڈھانچے کے اہم ترین رہنماؤں میں شمار ہوتے تھے اور متعدد جنگوں میں مرکزی کردار ادا کر چکے تھے۔ لبنان اور مقبوضہ فلسطین کی سرحد پر بھی مزاحمت جاری ہے، جہاں حزب اللہ نے جل العلام کے مقام پر اسرائیلی فوجیوں کے اجتماع کو خودکش ڈرون سے نشانہ بنانے کا اعلان کیا، جبکہ اسرائیلی ذرائع نے شمالی فلسطین میں ایک ڈرون حملے میں ایک فوجی کی ہلاکت کی تصدیق کی۔
- بعض بین الاقوامی شخصیات کو غزہ میں کشیدگی بڑھانے کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے حماس نے جنگ بندی معاہدے پر مکمل عمل درآمد کا مطالبہ کیا ہے۔ مصری ثالثی میں جنگ بندی کے دوسرے مرحلے کے مذاکرات کی کوششیں جاری ہیں تاکہ معاہدہ ٹوٹنے سے بچایا جا سکے۔
- غزہ کا محاصرہ توڑنے کی کوششوں کے سلسلے میں ترکیہ کے شہر استنبول میں سینکڑوں سماجی کارکنوں نے گلوبل صمود فلوٹیلا کی حمایت میں سائیکل اور بائیک ریلیاں نکالیں۔ دوسری جانب فلوٹیلا میں شامل آسٹریلوی کارکنوں نے بین الاقوامی فوجداری عدالت میں شکایت دائر کرتے ہوئے اسرائیلی حکام پر حراست کے دوران تشدد اور انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں کے الزامات عائد کیے ہیں۔
- مقبوضہ مغربی کنارے میں اسرائیلی فوج نے الخلیل، جنین، نابلس، طولکرم، قلقیلیہ، بیت لحم اور اریحا سمیت مختلف علاقوں میں وسیع پیمانے پر چھاپہ مار کارروائیاں کرتے ہوئے متعدد فلسطینیوں کو گرفتار کیا، گھروں کی تلاشی لی اور شہریوں پر تشدد کیا۔ اسی دوران اسرائیلی حکومت نے ایک متنازع قانون کی منظوری دی ہے جس کے تحت مساجد میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو اجازت نامے سے مشروط کر دیا گیا ہے۔ اس قانون کے مطابق بغیر اجازت اذان دینے پر بھاری جرمانے اور لاؤڈ اسپیکر ضبط کیے جا سکیں گے۔

مسلم دنیا سے متعلق دیگر ممالک کی اہم خبریں

- **پاکستان: خودمختاری کا احترام کرتے ہوئے اسرائیل لبنانی حدود سے نکل جائے:** اقوامِ متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب عاصم افتخار احمد نے لبنان کی صورتِ حال پر سلامتی کونسل کے ہنگامی اجلاس کے دوران کہا ہے کہ لبنان کی خودمختاری اور علاقائی سالمیت کے احترام میں، فوری جنگ بندی کی جائے اور اقوامِ متحدہ کی قرارداد پر مکمل عمل درآمد کیا جائے۔ اب تک لبنان میں 10 لاکھ سے زائد لوگ بے گھر ہو چکے ہیں۔ 2000 مربع کلومیٹر جو لبنان کا تقریباً 20 فیصد بنتا ہے، اب اسرائیل کے غیر قانونی قبضے میں ہے، انخلا کے غیر قانونی احکامات شہریوں کے لیے مزید مصائب کا باعث بن رہے ہیں۔
- **امریکہ: یاہو پاگل، ناشکرا ہے: ٹرمپ:** امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو سے ٹیلی فون پر سخت لہجے میں بات کی اور لبنان میں جارحیت جاری رکھنے پر انتہائی بدزبانی سے پیش آئے۔ انہوں نے اسرائیلی وزیر اعظم کو پاگل کے ساتھ ساتھ ناشکرا بھی کہا۔ ساتھ ہی واضح کیا کہ بیروت پر حملے نہیں ہونے چاہئیں اور خبردار کیا کہ اسرائیل نے یہ اقدام کیا تو وہ دنیا میں مزید تنہا ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں نہ ہوتا تو تم جیل میں ہوتے، میں تمہاری چمڑی بچا رہا ہوں، ہر شخص اب تم سے نفرت کرتا ہے اور ہر شخص اسرائیل سے نفرت کرتا ہے۔ جواب میں اسرائیلی وزیر اعظم ”او کے او کے“ کہتا رہا۔
- **ایران: امریکی کشیدگی، جوابی کارروائیاں اور داخلی معاملات:** ایران اور امریکا کے درمیان کشیدگی کے تناظر میں امریکی سینٹرل کمانڈ (سینٹکام) نے دعویٰ کیا ہے کہ ایران کی جانب سے کویت میں موجود امریکی اڈے کو نشانہ بنانے کے لیے داغے گئے دو بیلسٹک میزائل فضا ہی میں تباہ کر دیے گئے اور حملے میں کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ امریکی حکام کے مطابق ایران نے یہ کارروائی حالیہ امریکی حملوں کے ردِعمل میں کی، جبکہ ایرانی وزارتِ خارجہ پہلے ہی واضح کر چکی ہے کہ ایران کو ان علاقائی اڈوں کے خلاف کارروائی کا حق حاصل ہے جو اس کے خلاف حملوں میں استعمال ہوں۔ تہران میں عید الاضحیٰ کے موقع پر ہزاروں افراد نے سپریم لیڈر سید مجتبیٰ خامنہ ای کے حق میں مظاہرہ کیا اور قومی یکجہتی کا اظہار کیا۔ سید مجتبیٰ خامنہ ای نے کہا کہ امریکا اور اسرائیل اپنی ناکامیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے ایران میں اندرونی تقسیم پیدا کرنا چاہتے ہیں، تاہم ایرانی قوم متحد رہے گی۔
- **سعودی عرب: حج انتظامات، قانون نافذ کرنے کی کارروائیاں:** جعلی حج پرمٹ تیار کرنے اور استعمال کرنے والے ایک نیٹ ورک کے خلاف کارروائی کرتے ہوئے 18 افراد کو گرفتار کیا گیا ہے اور جعلی دستاویزات بھی برآمد کی گئی ہیں۔ اسی طرح ایک ہفتے کے دوران رہائشی، لیبر اور سرحدی قوانین کی خلاف ورزی پر آٹھ ہزار سے زائد افراد گرفتار کیے گئے۔ وزارتِ داخلہ نے خبردار کیا ہے کہ غیر قانونی تارکینِ وطن کی معاونت کرنے والوں کو پندرہ سال قید اور بھاری جرمانے کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔
- **برطانیہ: عید میلہ اور اسلاموفوبیا پر تشویش:** لندن کے ٹریفالگر اسکوائر میں منعقدہ عید میلہ تقریب میں مختلف مسلم برادریوں نے بھرپور شرکت کی۔ ڈپٹی میئر ڈاکٹر ڈیبی برنارڈ نے کہا کہ بڑھتے ہوئے اسلاموفوبیا اور تقسیم کی سیاست کے ماحول میں مسلمانوں اور دیگر کمیونٹیز کا متحد رہنا ضروری ہے۔

تحقیق: خالد نجیب خان (معاون مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

’’قرآن اکیڈمی ڈیفنس، کراچی‘‘ (حلقہ کراچی جنوبی) میں
20 تا 26 جون 2026ء (بروز ہفتہ بعد نماز عصر تا بروز جمعۃ المبارک 12 بجے)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔
گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:

☆ اسلام کا انقلابی منشور ☆ جہاد فی سبیل اللہ
☆ تنظیم اسلامی کی دعوت سہ ورقہ (عملی مشق)

زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ کورس میں شریک ہوں۔

اور

26 تا 28 جون 2026ء (بروز جمعۃ المبارک بعد عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

ذمہ داران ریفریشر کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: درج ذیل موضوع پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔

☆ **منہج انقلاب نبوی ﷺ، تصادم کا مرحلہ اوّل، صبر محض، عدم تشدد اور اعادہ سابقہ مذاکرہ۔**

زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0321-2192701/021-34306041

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-35473375(042)

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ کراچی وسطی، راشد منہاس جوہر 1 کے نقیب محترم عبدالمجید کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے اور کندھا فریکچر ہوا ہے۔ برائے بیمار پرسی: 0300-2637398

☆ حلقہ کراچی وسطی، گلشن حدید کے ناظم بیت المال محترم اشعر کمال کی والدہ محترمہ کا بائی پاس آپریشن ہونا ہے۔ برائے بیمار پرسی: 0334-3881858

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی بیماروں کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

’’قرآن اکیڈمی ڈیفنس، کراچی‘‘ میں (جنوبی پاکستان کے تحت)‘‘
19 تا 21 جون 2026ء (بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

نقباء کورس

(نئے و متوقع نقباء کے لیے)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0335-0379314 / 021-36823201-02

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-35473375(042)

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

’’مسجد بنت کعبہ، N-866 سمن آباد پونچھ روڈ، حلقہ لاہور غربی‘‘ میں
20 تا 26 جون 2026ء (بروز ہفتہ بعد نماز عصر تا بروز جمعۃ المبارک 12 بجے)

مبتدی تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔
زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ کورس میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0300-8435160/042-37520902

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-35473375(042)

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

☆ حلقہ کراچی شمالی، ناظم آباد تنظیم 1 کے مبتدی رفیق محترم اسد علی وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0324-2133527

☆ حلقہ کراچی شرقی، بحریہ ٹاؤن غربی کے رفیق محترم آصف شہزاد وفات پا گئے۔

☆ حلقہ فیصل آباد مدینہ ٹاؤن کے رفیق محترم عبدالرزاق کی والدہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0321-9660904

☆ حلقہ بہاول نگر، ہارون آباد غربی کے مبتدی رفیق محترم محمد شہزاد صدیق کی والدہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت: 0300-4086950

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، پشاور شہر کے رفیق محترم وقاص اشفاق کے والد وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0332-9968055

☆ حلقہ فیصل آباد، سمن آباد کے ملتزم رفیق محترم مختار علی صدیقی کی زوجہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0345-7708716

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔
قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

چمکدار صفائی
گہرائی تک اثر

شاندار صفائی، اُجلی دھلائی

کم مقدار، زیادہ صفائی

منفرد اور دیرپا خوشبو

رنگوں کی حفاظت

کپڑوں کی حفاظت

جلد کی حفاظت

DELIVERY ALL OVER PAKISTAN

میرا با اعتماد انتخاب

شاندار صفائی

کم پیسے، زیادہ دھلائی

بھرپور جھاگ، داغوں کا صفایا

مہکتی خوشبو

JR Industries:
Shah House, Plot # A89-91, Dhani Bux,
Sector 51-A, Scheme 33, Karachi Pakistan

For Online Order
0304 706 1265
jri.com.pk

Vol: 35 Regd. No. C.P.L NO.114 No.21

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore